جیشِ مغفور کا سپہ سالار کون تھا؟ لشکرِ قسطنطنیہ اور امارتِ یزید کا مسئلہ، اور کیا جیشِ مغفور لھم کے سپہ سالار سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ تھے؟ جیشِ مغفور کے سپہ سالار پر تحقیق مزید؟

تحریر: ڈاکٹر ابو جابر عبد اللہ دامانوی حفظہ اللہ

شائع کردہ ابو جابر سلفی لائبریری

کتاب کا نام : یزید بن معاویہ اور جیش مغفور لھم

مصنف : ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی

اشاعت بار اوّل : مارچ ۲۰۱۳ء

تعداد : دو ہزار

شائع کردہ : ابو جابر سلفی لائبریری کیماڑی

کمپوزنگ : رمیز احمد

قیمت :

فہرست مضامین

﴿حصہ اول﴾

حصہ دوم

﴿ حصہ سوم ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

یزید بن معاویہ کے متعلق بعض لوگوں کا یہ نظریہ ہے کہ وہ قسطنطنیہ کے اس لشکر کا سپہ سالار تھا کہ جس نے سب سے پہلے قسطنطنیہ پر لشکر کشی کی تھی اور حدیث میں اس لشکر کو مغفور لہم (ان کے لئے پروانۂ مغفرت ہے) کی بشارت سنائی گئی ہے، اسی لئے یہ حضرات یزید کو جنتی قرار دیتے ہیں۔

جبکہ حدیث کے اصل الفاظ اس طرح ہیں:

اول جیش من امتی یغزون مدینه قیصر مغفور لهم۔ ''میری امت کا وہ پہلا لشکر کہ جو مدینۂ قیصر پر لشکر کشی کرے گا، اس کے لئے پروانہ مغفرت ہے''۔ (بخاری: ۲۹۲۴)

اس حدیث میں مدینۂ قیصر کے الفاظ وارد ہوئے ہیں اور مدینۂ قیصر کا مطلب قیصرِ روم کا پایہ تخت ہے، تو سوال یہ ہے کہ مدینۂ قیصر سے کیا قسطنطنیہ ہی مراد ہے؟ جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت یہ خوش خبری ذکر فرمائی تھی تو اس وقت قیصرِ روم کا پایہ تخت حمص تھا۔ لہٰذا اس موضوع پر تحقیق ضروری ہے اور دلائل سے ثابت کرنا ہوگا کہ قیصرِ روم کا پایہ تخت قسطنطنیہ ہی تھا یا حمص؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کس نے کیا تھا؟ کیا یزید بن معاویہ سے پہلے کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قسطنطنیہ پر حملہ نہیں کیا تھا؟ اور جن صحابہ کرام نے یزید سے پیشتر قسطنطنیہ پر حملے کئے تھے ان کے اسماء گرامی کیا ہیں؟

الحمدللہ! میں نے اپنے اس مضمون میں ناقابلِ تردید دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یزید بن معاویہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والوں میں سب سے آخری لشکر میں شریک ہوا تھا اور اس سلسلہ میں سیدنا محمود بن الربیع ؓ کے جس قول سے یزید کا پہلے لشکر میں شامل ہونا ثابت کیا جاتا تھا، میں نے اسی قول سے اس کا سب سے آخری لشکر میں شامل ہونا ثابت کر دیا ہے۔ **والحمدلله على ذلك۔**

میرا یہ مضمون ماہنامہ محدث لاہور میں جنوری 2010ء میں شائع ہوا تھا۔ اس مضمون کو عام طور پر بہت پسند کیا گیا اور بہت سے لوگوں کے لئے یہ راہنمائی کا سبب بن گیا۔ البتہ ناصبیت سے متاثر حضرات اس مضمون کے شائع ہونے پر سخت ناراض ہوئے اور انہوں نے اپنی ناراضی کا برملا اظہار بھی کیا۔ میرے مضمون کے جواب میں ایک مضمون بعنوان: ''لشکرِ قسطنطنیہ اور امارت یزید کا مسئلہ'' محترم الشیخ مولانا عبدالولی حقانی صاحب کا اپریل 2010ء میں محدث میں شائع ہوا۔ اور الحمدللہ! میرے دعویٰ کے جواب میں شیخ موصوف ایک بھی صحیح وصریح دلیل اس موضوع پر نہیں پیش کر سکے ہیں البتہ میرے جواب الجواب کو محدث نے شائع نہیں کیا۔ اور حال ہی میں محترم ڈاکٹر حافظ شریف شاکر صاحب کا مضمون: ''کیا جیش مغفور لھم کے سپہ سالار سیدنا معاویہ ؓ تھے؟'' ماہنامہ محدث لاہور کے شمارہ ماہ نومبر 2012ء میں شائع ہوا اور جسے آخری وقت میں شامل کتاب کر لیا گیا ہے۔

اب اس مضمون کو کتابی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے اور یزید بن معاویہ سے متعلق اس مضمون کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جس میں تین حصوں سے یہ کتاب عبارت ہے جبکہ چوتھا حصہ ایک مستقل کتاب ہے اور جو ضخامت میں اس کتاب سے زیادہ ہے۔

(1) (حصہ اول) جیشِ مغفور کا سپہ سالار کون تھا؟

(2) (حصہ دوم) ''لشکرِ قسطنطنیہ اور امارت یزید کا مسئلہ'' اور کیا جیش مغفور لھم کے سالار معاویہ ؓ تھے؟ پر تبصرہ

(3) (حصہ سوم) جیشِ مغفور کے سالار پر تحقیق مزید؟

(4) (حصہ چہارم) یزید بن معاویہ کی شخصیت قرآن وحدیث ،، اقوال صحابہ کرام وسلف صالحین کی روشنی میں

جیشِ مغفور کا سپہ سالار کون تھا؟ اس مضمون پر نظر ثانی کر کے غلطیوں کی اصلاح کر دی گئی ہے اور بعض مقامات پر مفید اضافے بھی کر دیئے گئے ہیں، اور کچھ مزید دلائل اور تفاصیل دوسرے حصہ میں بیان کر دی گئی ہیں۔ لہٰذا سب سے پہلے جیشِ مغفور کا سپہ سالار کون تھا؟'' کا مطالعہ فرمائیں۔

جیش مغفور کا سپہ سالار کون تھا؟

(حصہ اوّل)

صحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ کی دو بشارتوں کا ذکر ہے جو آپؐ نے دو جہادی لشکروں کے متعلق بیان فرمائی ہیں جن میں سے ایک سمندر میں جہاد کرنے والوں کے متعلق ہے اور دوسری بشارت مدینۃ قیصر پر سب سے پہلا حملہ کرنے والوں کے متعلق ہے۔ چنانچہ پہلے اس حدیث کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

''اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لھم''

(صحیح بخاری، کتاب الجہاد باب ۹۳، ما قیل فی قتال الروم، ح:۲۹۲۴)

''میری امت کا وہ پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا، اس کے لئے پروانۂ مغفرت ہے۔''

موجودہ دور میں منکرینِ حدیث میں سے محمود احمد عباسی اور اس کے ہم نوا ناصبی حضرات نے اس حدیث کا مصداق یزید بن معاویہ کو قرار دیا ہے۔ اور اس حدیث کو یزید کے پاکباز ہونے کے بارے میں قوی دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، جبکہ یزید بن معاویہ کے دور خلافت میں تین عظیم واقعات رونما ہوئے اور یہ ایسے واقعات ہیں کہ جنھوں نے یزید کی سیرت و کردار کو مسخ کر کے رکھ دیا ہے:

(1) سیدنا حسین بن علیؓ اور ان کے ساتھیوں و اہل بیت رسول کا قتل عام

(2) واقعہ حرہ جس میں مدینہ پر چڑھائی کی گئی اور بقایا صحابہ کرام اور تابعین عظام کا قتل عام کیا گیا۔ اور مدینہ کو تاخت و تاراج کیا گیا اور مدینۃ الرسول ﷺ کی حرمت کو پامال کیا گیا۔

(3) خانہ کعبہ پر حملہ کیا گیا جس سے خانہ کعبہ کی بنیادیں ہل گئیں اور اسے آگ لگ گئی۔

ناصبی حضرات نے یزید بن معاویہ کو ان تینوں واقعات سے بری الذمہ قرار دینے کے لئے ان کے جنتی ہونے کا عقیدہ پاک و ہند میں خوب پھیلایا اور اس بات کو 'ایک نئی تحقیق' کا نام دیتے ہوئے تحقیقی انداز میں پیش کیا گیا، جس کی وجہ سے بہت سے محققین بھی اس سے متاثر ہوئے اور انہوں نے بھی اسے ایک انمول تحقیق سمجھ کر اس کی خوب تشہیر کی۔

اہلِ حدیث جماعت جن میں محققین کی کافی تعداد موجود ہے لیکن ان میں سے بھی بعض لوگ تحقیق کے نام سے گمراہ ہوئے اور انہوں نے بھی اس نئی تحقیق کی تائید کی جس سے یہ غلط نظریہ لوگوں میں عام ہو گیا کہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کی بنا پر یزید بن معاویہ جنتی ہے۔ جبکہ یزید بن معاویہ کے دور میں سیدنا حسینؓ اور آپ کے اصحاب کے قتل کے علاوہ مدینہ منورہ کو جس طرح تاخت و تاراج کیا گیا اور اہل مدینہ کا جس طرح خون بہا کر مدینۃ الرسول ﷺ کی حرمت کو پامال کیا گیا، اس کی مثال پوری اسلامی تاریخ میں نہیں ملتی اور نہ ہی اس طرح کا کوئی واقعہ اہل مدینہ کے ساتھ کبھی پیش آیا۔ بلکہ اہلِ مدینہ کو خوف زدہ کرنے اور ڈرانے والوں کے متعلق احادیث میں اس قدر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں کہ ان سے حدیث کا ہر طالب علم بخوبی واقف ہے۔ چہ جائیکہ جس نے ان کا قتل عام کیا۔ ان کی سزا تو بہت ہی سخت ہے۔ لہٰذا مکہ، مدینہ اور کربلا کے مقتولین کا خون یزید کے سر ہے جس کا حساب اور باز پرس اس سے ہونی ہے۔ یزید بن معاویہ کو بغیر کسی دلیل کے جنتی قرار دینے والے ان حقائق کو بھی نگاہ میں رکھیں تاکہ اصل حقیقت تک رسائی پانے میں انہیں آسانی ہو۔

اب ہم یزید کے مغفور لھم میں سے ہونے کے دعویٰ کی طرف آتے ہیں۔ ماضی کے بعض مؤرخین نے بھی 'اول جیش' کا ذکر کرتے ہوئے اس کا مصداق یزید بن معاویہ کو قرار دیا تھا۔ لیکن اس کی کوئی دلیل انہوں نے بیان نہیں کی حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ "ہر شخص کی بات دلیل کے ساتھ قبول اور دلیل کی بنا پر ہی رد کی جا سکتی ہے۔" لہٰذا اس سلسلہ میں ضرورت محسوس کی گئی

کہ اس بات کی تحقیق کی جائے اور جہاں لوگوں کو اس سلسلہ میں غلطی لگی ہے، اسے بھی واضح کر دیا جائے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلی غلطی جس عبارت سے بعض محققین کو لگی ہے، وہ صحیح بخاری کے یہ الفاظ ہیں:

قال محمود بن الربیع: فحدثتها قوما فیهم ابو ایوب صاحب رسول الله ﷺ فی غزوته التی توفی فیها ویزید بن معاویه علیهم بارض الروم......

(صحیح بخاری: کتاب التہجد، باب ۳۶، صلاۃ النوافل جماعۃ، ح:۱۱۸۶)

''سیدنا محمود بن الربیعؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے (نفل نماز کی جماعت کی) یہ حدیث ایک ایسی قوم کے سامنے بیان کی کہ جن میں رسول ﷺ کے صحابی (اور میزبان رسول اللہ ﷺ) سیدنا ابوایوب انصاریؓ بھی تھے اور انہوں نے اسی غزوہ میں وفات پائی اور یزید بن معاویہ اس لشکر پر سالار تھا۔''

اس روایت سے معلوم ہوا کہ غزوۂ روم جس کے سپہ سالار یزید بن معاویہ تھے، اسی غزوہ میں سیدنا ابوایوب انصاریؓ بھی موجود تھے اور جنہوں نے اسی غزوہ کے دوران وفات پائی۔

یہاں یہ واضح رہنا چاہیے کہ ابوایوب انصاریؓ جہادِ قسطنطنیہ میں شروع سے آخر تک شامل تھے اور سیدنا معاویہؓ کے دورِ خلافت میں قسطنطنیہ پر یہ آخری غزوہ تھا کہ جس میں سیدنا ابوایوب انصاریؓ وفات تک شریک رہے اور اس فوج کے سپہ سالار یزید بن معاویہ تھے اور قسطنطنیہ پر حملوں کا آغاز سیدنا معاویہؓ نے ہی کیا تھا جیسا کہ آگے تفصیل سے بیان ہوگا۔

اس مضمون کا مطالعہ کرنے والے حضرات سے درخواست ہے کہ وہ تنقیدی نظر سے اس مضمون کا جائزہ لیں اور اس مضمون کے سلسلے میں جو مثبت یا منفی دلائل ان کے پاس موجود ہوں ان سے راقم الحروف کو ضرور بہ ضرور آگاہ کریں۔ لیکن واضح رہے کہ وہ جو کچھ نقل کریں، وہ کسی

شخص کی محض رائے نہ ہو یا تاریخ کی کوئی بے سند روایت نہ ہو بلکہ وہ جو کچھ بھی نقل کریں وہ تحقیقی مواد ہونا چاہیے اور جو روایت بھی وہ نقل کریں وہ باسند اور صحیح ہو۔ جو محدثین کے اصول کے مطابق صحیح یا حسن درجہ کو پہنچی ہوئی ہو کیونکہ بے سند روایت کا وجود اور عدم برابر ہے اور وہ شریعت میں کسی دلیل کی حیثیت نہیں رکھتی۔ اگر کوئی اہل علم اس سلسلہ میں ان اصولوں کو مدنظر رکھ کر میری راہنمائی کریں گے تو ان کی کوشش اور جدوجہد کو ان شاء اللہ تعالیٰ قدر ومنزلت اور عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ اور یہی قرآن مجید کا پیش کردہ اصول ہے:

(ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین)(البقرۃ:۱۱۱)

سب سے پہلا سمندری جہاد

دور صحابہ کرام میں جہاد کا سلسلہ جاری وساری تھا، چنانچہ سیدنا عثمان بن عفانؓ کے دور خلافت میں شام کے گورنر سیدنا معاویہ بن ابی سفیان الامویؓ نے سیدنا عثمانؓ سے اجازت لے کر ایک بحری بیڑا تیار کیا اور وہ ایک عظیم لشکر لے کر بحری جہازوں کے ذریعے جزیرہ قبرص پر حملہ آور ہوئے۔ یہ پہلا بحری بیڑا تھا اور یہ پہلا سمندری جہاد تھا، جن کے شرکاء کو حدیث میں جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ کی حدیث ملاحظہ فرمائیں:

(۳)باب الدعاء بالجهاد والشهادة للرجال والنساء، وقال عمر: اللهم ارزقني شهادة في بلد رسولك.

۲۷۸۸، ۲۷۸۹. حدثنا عبدالله بن يوسف عن مالك، عن اسحاق بن عبد الله بن ابي طلحة، عن انس بن مالك رضي الله عنه: انه سمعه يقول: كان رسول الله ﷺ يدخل على ام حرام بنت ملحان فتطعمه، وكانت ام حرام، تحت عبادة بن الصامت، فدخل عليها رسول الله ﷺ فأطعمته

وجعلت تفلي رأسه فنام رسول الله ﷺ ثم استيقظ وهو يضحك، قالت: فقلت: وما يضحكك يارسول الله قال: "ناس من امتي عرضو اعليّ غزاة في سبيل الله يركبون ثبج هذا البحر، ملوكا على الا سرة. او مثل الملوك على الا سرة"، شک اسحاق. قالت: فقلت: يا رسول الله ادع الله ان يجعلني منهم، فدعا لها رسول الله ﷺ، ثم وضع رأسه ثم استيقظ وهو يضحك، فقلت: وما يضحكك يا رسول الله؟ قال: "ناس من امتي عرضوا على غزاة في سبيل الله" كما قال في الاوّل، قالت: فقلت: يا رسول الله ! ادع الله ان يجعلني منهم، قال "انت من الاوّلين". فركبت البحر في زمن معاوية بن ابي سفيان فصرعت عن دابتها حين خرجت من البحر فهلكت. (الحديث: ۲۷۸۸، انظر: ۲۷۹۹، ۲۸۷۷، ۲۸۹۴، ۶۲۸۲، ۷۰۰۱، الحديث. ۲۷۸۹، انظر: ۲۸۰۰، ۲۸۷۸، ۲۸۹۵، ۲۹۲۴، ۶۲۸۳، ۷۰۰۲)

سیدنا انس بن مالک ؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ام حرام رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے پس وہ آپ کو کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ اور ام حرام رضی اللہ عنہا، عبادہ بن الصامت ؓ کی زوجہ تھیں۔ پس ایک دن رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں تشریف لے گئے تو انہوں نے (حسب معمول) کھانا پیش کیا اور وہ آپ کے سر سے جوئیں نکالنے لگیں، پس آپ سو گئے، پھر آپ بیدار ہوئے تو آپ ہنس رہے تھے۔ ام حرام رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے اس طرح پیش کئے گئے کہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے بیچ دریا میں سوار ہو کر اس طرح جا رہے ہیں، جس طرح بادشاہ تخت پر ہوتے ہیں یا جیسے بادشاہ تخت رواں پر سوار ہوتے ہیں۔ (ان الفاظ میں اسحاق راوی کو شک ہوا ہے) انہوں نے

بیان کیا کہ میں نے عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول! آپ دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے بھی انہیں میں سے کر دے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔ پھر آپ اپنا سر رکھ کر سو گئے، پھر آپ جاگے تو آپ ہنس رہے تھے۔ میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول! آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے اس طرح پیش کئے گئے کہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے جا رہے ہیں، آپ نے اسی طرح بیان فرمایا جیسا کہ آپ پہلی بار فرما چکے تھے۔ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل کر دے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو پہلے لشکر میں شامل ہوگی۔ پس معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں (جب کہ وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے شام کے گورنر تھے) ام حرام رضی اللہ عنہا نے بحری سفر کیا۔ پھر جب وہ سمندر سے باہر آئیں تو ان کی سواری نے ان کو نیچے گرا دیا اور اسی حادثہ میں ان کی وفات ہوگئی۔" (صحیح البخاری: کتاب الجهاد: باب ۳) الدعاء بالجهاد للرجال و النساء، الرقم: (۲۷۸۸)، صحیح مسلم کتاب الامارة باب فضل الغزو فی البحر (۴۹۳۴)، مسند احمد (۱۳۵۲۰)، ابو داود کتاب الجهاد (۲۴۹۱)، الترمذی (۱۶۴۵)، النسائی (۳۱۷۱)، ابن ماجه (۲۷۷۶)، ابو عوانه ۵/۸۷، ابن حبان (۶۶۶۷)، السنن الکبری للبیهقی ۹/۱۶۵

جس روایت میں ان دونوں لشکروں کو بشارتیں دی گئی ہیں، وہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

(۹۳) باب ماقیل فی قتال الروم

۲۹۲۴۔ حدثنی اسحاق بن یزید الدمشقی: حدثنا یحی بن حمزة قال: حدثنی ثور بن یزید عن خالد بن معدان: ان عمیر بن الاسود العنسی حدثه انه اتی عبادة بن الصامت وهو نازل فی ساحل حمص وهو فی بناء له ومعه ام

حرام، قال عمير: فحدثتنا ام حرام انها سمعت النبی ﷺ یقول: "اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا، قالت ام حرام: قلت: یا رسول الله! انا فیهم؟ قال: انت فیهم، ثم قال النبی ﷺ: "اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لهم"، فقلت: انا فیهم یا رسول الله؟ قال: "لا". (راجع: ۲۷۸۹).

عمیر بن اسود عنسیؒ بیان کرتے ہیں کہ وہ سیدنا عبادہ بن صامتؓ کے پاس اس وقت گئے جب وہ حمص کی بندرگاہ میں ایک مکان میں اترے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ ان کی بیوی ام حرامؓ تھیں۔ عمیرؒ نے کہا کہ ہم سے ام حرامؓ نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے: "اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا"

"میری امت کا وہ پہلا لشکر جو سمندر میں جہاد کرے گا، ان کے لئے (جنت) واجب ہوگئی۔" ام حرامؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں بھی اس لشکر میں شریک ہوں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اس میں ہوگی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

"اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لهم"

"میری امت کا وہ پہلا لشکر کہ جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا، اس کیلئے پروانۂ مغفرت ہے۔" میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا میں بھی اس میں شامل ہوں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔"

(صحیح بخاری، کتاب الجہاد: باب ما قیل فی قتال الروم، ح: ۲۹۲۴)

اس حدیث کو امام بخاریؒ کے علاوہ امام حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں، امام ابونعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء میں اور امام طبرانی نے مسند الشامیین میں روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ فرمائیں: سلسلة الاحادیث الصحیحة: ج ۱/ص ۷۶، رقم ۲۶۸)

اس حدیث میں دو لشکروں کے متعلق نبی ﷺ نے خبر دی ہے کہ جو دو مختلف مقامات پر حملہ آور ہوں گے۔ پہلا لشکر سمندری جہاد کرے گا اور ان کے لئے جنت کے واجب ہونے کی بشارت دی گئی ہے اور صحیح بخاری کی روایت کے مطابق مسلمانوں نے سب سے پہلے سیدنا معاویہؓ کی سرکردگی میں بحری جہاد کیا اور اسی جہاد میں ام حرامؓ شہید ہوئیں۔

حافظ ابن کثیرؒ ۲۸ھ کے واقعات کے ضمن میں قبرص کی فتح کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وکان فتحھا علی یدی معاویة بن ابی سفیان، رکب الیھا فی جیش کثیف من المسلمین ومعه عبادة بن الصامت وزوجته ام حرام بنت ملحان التی تقدم حدیثھا فی ذلک حین نام رسول الله، فی بیتھا ثمّ استیقظ یضحک فقالت: ماأضحکک یا رسول الله، فقال: " ناس من امتی عرضوا علی یرکبون ثبج ھذا البحر مثل الملوک علی الأسرة"، فقالت: یا رسول ادع الله ان یجعلنی منھم، فقال" انت منھم" ثم نام فاستیقظ وھو یضحک فقال مثل ذلک فقالت: ادع الله ان یجعلنی منھم فقال:" انت من الاولین" فکانت فی ھذه الغزوة وماتت بھا

" قبرص کو سیدنا معاویہؓ بن ابی سفیان نے فتح کیا۔ وہ مسلمانوں کی بہت بڑی فوج کے ساتھ قبرص کی طرف گئے اور ان کے ساتھ عبادہ بن صامتؓ اور ان کی بیوی ام حرامؓ بنت ملحانؓ بھی تھیں، سیدہ ام حرامؓ اس غزوہ میں شامل تھیں اور وہیں ان کی وفات ہوئی"

پھر حدیث ام حرامؓ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وکانت الثانیة عبارة عن غزوة قسطنطنیة بعد ھذا کما سنذکره.

والقصود ان معاویة رکب البحر فی مراکب فقصد الجزیرة المعروفة بقبرص

ومعه جيش عظيم من المسلمين، وذلک بأمر عثمان بن عفان رضی الله عنه له فی ذلک بعد سؤاله اياه، وقد کان سأل فی ذلک عمر بن الخطاب فابی ان یمکنه من حمل المسلمین علی هذا الخلق العظیم الذی لو اضطرب لهلکوا عن آخرهم، فلما کان عثمان لح، معاویة علیه فی ذلک فأذن له فرکب فی المراکب فانتهی الیها،

''اور دوسرا، غزوہ قسطنطنیہ کے نام سے مشہور ہے اور جو اس غزوہ کے بعد واقع ہوا، اور جس کا ذکر ہم عنقریب کریں گے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ سیدنا معاویہؓ سمندر میں کشتیوں پر سوار ہوکر جزیرہ میں گئے جو قبرص کے نام سے مشہور ہے اور ان کے ساتھ مسلمانوں کی ایک عظیم فوج تھی۔ انہوں نے اس حملہ کے متعلق سیدنا عثمانؓ سے اجازت چاہی تھی تو عثمانؓ نے ان کو اجازت دے دی۔ سیدنا معاویہؓ نے اس حملہ کے متعلق سیدنا عمرؓ سے بھی اجازت چاہی تھی لیکن انہوں نے اس عظیم مخلوق (جہازوں) پر مسلمانوں کو سوار کرانے سے انکار کر دیا تھا کہ اگر وہ حرکت کرے تو سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے۔ لیکن جب سیدنا عثمانؓ کا دور آیا تو معاویہؓ نے اس بارے میں اصرار کیا تو عثمانؓ نے ان کو اجازت دے دی۔'' (البدایۃ و النہایۃ: ج ۷/ص ۱۵۳)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی اس حدیث پر اس طرح کی تفصیل ذکر فرمائی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: فتح الباری: ج ۱۱/ص ۷۵، ۷۶ نیز تہذیب التہذیب: ج ۱۲/ص ۴۶۲

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ جس سمندری غزوہ کی خبر نبی ﷺ نے دی تھی، وہ بعد میں غزوۂ قبرص کی شکل میں سامنے آیا اور سیدنا عثمانؓ کے دور خلافت میں سیدنا معاویہؓ کے ہاتھوں یہ جزیرہ فتح ہوا اور اسی غزوہ کے دوران سیدہ ام حرامؓ شہید ہوئیں اور اس غزوہ کے سپہ سالار کے متعلق صحیح بخاری میں وضاحت ہے کہ وہ سیدنا معاویہؓ تھے۔

جیش مغفور کے متعلق علمائے کرام کے اقوال

اس حدیث میں جس دوسرے لشکر کے متعلق خوشخبری دی گئی ہے تو یہ لشکر وہ تھا کہ جس نے قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کیا تھا۔ بعض مورخین نے قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والوں میں یزید بن معاویہ کا بھی ذکر کیا اور بعض نے انہیں پہلے لشکر میں شامل سمجھا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ اس آخری لشکر میں شامل ہوا تھا کہ جس میں سیدنا ابوایوب انصاریؓ نے وفات پائی تھی جس کی وضاحت صحیح بخاری کے حوالہ سے گزر چکی ہے اور جس کی مزید وضاحت آگے آئے گی۔ لیکن مزید تفصیل بیان کرنے سے پہلے یزید کے قسطنطنیہ والے لشکر میں شرکت کے متعلق علمائے کرام کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں۔

۱) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں:

قال المهلب فی هذا الحدیث منقبة لمعاویة لانه اوّل من عزا البحر ومنقبة لولده لانه اوّل من غزا مدینة قیصر

"مہلبؒ" فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں معاویہؓ کی منقبت بیان ہوئی ہے، اس لئے کہ انہوں نے ہی سب سے پہلے سمندری جہاد کیا اور ان کے بیٹے یزید کی بھی منقبت بیان ہوئی ہے کیونکہ اس نے سب سے پہلے قیصر کے شہر میں جہاد کیا۔" (فتح الباری: ۱۰۲/۶)

واضح رہے کہ مہلب بن احمد بن ابی صفرة اندلسی کی وفات ۴۳۵ھ میں ہوئی ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۳۷۷/۱۳) اور مذکورہ غزوہ ۵۲ھ میں ہوا تھا۔ درمیان میں سے سلسلہ سند غائب ہے، یاد رہے کہ مہلب نے اپنے دعویٰ پر کوئی دلیل بیان نہیں کی۔

حافظ ابن حجر العسقلانیؒ فرماتے ہیں ابن تین اور ابن منیر نے مہلب کے اس قول کا تعاقب کیا ہے مختصر یہ کہ انہوں نے یزید کو مغفور لھم سے خارج قرار دے ڈالا ہے اور علامہ

القسطلانی نے مہلب کے قول کو بنو امیہ کی بے جا حمایت پر مبنی قرار دیا ہے۔ (قسطلانی جلد ۵ صفحہ ۱۰۴)

۲) حافظ ابن کثیرؒ بیان کرتے ہیں:

وقد كان يزيد اول من غزى مدينة قسطنطنية فى سنة تسع و اربعين فى قول يعقوب بن سفيان .وقال خليفة بن خياط: سنة خمسين. ثم حج بالناس في تلك السنة بعد مرجعه من هذه الغزوة من أرض الروم. وقد ثبت فى الحديث ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " اول جيش يغزو مدينة قيصر مغفور لهم".وهو الجيش الثانى الذى رأه رسول الله صلى الله عليه وسلم فى منامه عند ام حرام فقالت: ادع الله ان يجعلنى منهم، فقال: " انت من الأولين". يعنى جيش معاوية حين غزا قبرص ففتحها فى سنة سبع و عشرين أيام عثمان بن عفان، وكانت معهم ام حرام فماتت هنالك بقبرص، ثم كان امير الجيش الثانى ابنه يزيد بن معاوية، ولم تدرك ام حرام جيش يزيد هذا. وهذا من اعظم دلائل النبوة.

" اور یزید پہلا شخص ہے جس نے یعقوب بن سفیان کے قول کے مطابق ۴۹ ھ میں قسطنطنیہ کی جنگ کی اور خلیفہ بن خیاط نے ۵۰ ھ بیان کیا ہے۔ پھر اس نے سرزمین روم سے اس غزوہ سے واپس آنے کے بعد اس سال لوگوں کو حج کروایا اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "امت کا وہ پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا، وہ مغفور ہے۔" اور وہ دوسری فوج تھی جسے رسول اللہ ﷺ نے ام حرامؓ کے پاس اپنے خواب میں دیکھا تھا اور ام حرامؓ نے کہا: اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے ان میں شامل کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو اولین میں سے ہے یعنی سیدنا معاویہؓ کی فوج میں شامل ہو گی جب وہ قبرص میں جنگ کریں گے پس سیدنا معاویہؓ نے

سیدنا عثمانؓ کے دور حکومت میں ۲۷ھ میں قبرص کو فتح کیا اور ام حرامؓ بھی ان کے ساتھ تھیں۔ انہوں نے وہیں قبرص میں وفات پائی پھر دوسری فوج کا امیر ان کا بیٹا یزید بن معاویہ تھا اور ام حرامؓ نے یزید کی اس فوج کو نہیں پایا اور یہ دلائل نبوت میں سے ایک انتہائی بڑی دلیل ہے۔" (البدایۃ والنہایۃ: ج ۸/ص ۲۲۹)

۳) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

ومشروعية الجهاد مع كل امام لتضمنه الثناء على من غزا مدينة قيصر وكان امير تلك الغزوة يزيد بن معاوية ويزيد يزيد

"اور اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی نکلتا ہے کہ جہاد ہر امیر کے ماتحت جائز ہے (چاہے وہ نیک ہو یا بد)۔ اس حدیث میں قیصر کے شہر میں جہاد کرنے والوں کی تعریف کی گئی ہے اور اس جہاد کا امیر یزید بن معاویہ تھا اور یزید تو یزید ہی تھا۔ (فتح الباری: ج ۱۱/ص ۷۷)

سیدہ ام حرامؓ جس لشکر میں شامل ہو کر شہادت کے منصب پر فائز ہوئیں، اس کے امیر معاویہؓ تھے اور انہوں نے جزیرہ قبرص کو فتح کیا تھا اور اس بات کی وضاحت صحیح بخاری وغیرہ میں صحیح وصریح دلائل کے ساتھ موجود ہے۔ جبکہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والے پہلے لشکر کا سپہ سالار کون تھا؟ اگر وہ یزید تھا تو اس کے دلائل کیا ہیں؟ کیونکہ ثبوت میں بخاری کی جو روایت پیش کی جاتی ہے اس سے یزید کا معاویہؓ کے دور کے آخری لشکر میں شامل ہونا ثابت ہوتا ہے جس کی تفصیل عنقریب آ رہی ہے۔ نیز چند علماء کے اقوال سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوسکتا کیونکہ ان علماء کرام نے اپنے دعویٰ پر کوئی بھی صحیح وصریح دلیل پیش نہیں فرمائی ہے اور ہر شخص کی بات دلیل سے قبول کی جاسکتی ہے اور دلیل ہی سے رد کی جاسکتی ہے۔ اگرچہ یہاں پر ابن حجر العسقلانیؒ نے یزید کے اول جیش میں شرکت کی بات کی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی انہوں نے **ویزید یزید** کہہ کر اس کے سیاہ کارناموں کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ اور مع کل امام کہہ کر بھی انہوں نے ظالم حکمرانوں کی

طرف اشارہ کیا ہے۔

۴) علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں:

كان اول من غزامدينة قيصر يزيد بن معاوية و معه جماعة من سادات الصحابة كا بن عمر و ابن عباس، وابن الزبير وابی ايوب الانصاری و توفی بها ابو ايوب

''قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر سب سے پہلے یزید بن معاویہ نے جہاد کیا اور ان کے ساتھ سادات صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت بھی شریک تھی جس میں عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن زبیرؓ اور ابوایوب انصاریؓ تھے اور ابوایوب انصاریؓ نے اسی غزوہ میں ۵۲ھ میں وفات پائی'' (حاشیہ صحیح بخاری: ج ۱/ص ۴۱۰)

۵) علامہ بدرالدین عینیؒ رقم طراز ہیں:

ان يزيد بن معاوية غزا بلاد الروم حتى بلغ قسطنطنية

''یزید بن معاویہ نے بلاد روم میں جہاد کیا یہاں تک کہ وہ قسطنطنیہ تک جا پہنچا''۔ (عمدۃ القاری: ج ۱۴/ص ۱۹۹)

۶) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

اول جيش غزاها كان امير هم يزيد والجيش عدد معين لا مطلق وشمول المغفرة لاحاد هذا الجيش اقوى و يقال ان يزيد انما غزا القسطنطنية لأجل هذا الحديث

''قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والے لشکر کا سپہ سالار یزید تھا اور چونکہ 'لشکر' معین تعداد کو کہا جاتا ہے، اس لئے اس فوج کا ہر ہر فرد بشارت مغفرت میں شریک ہے نہ کہ اس کا کوئی فرد تو لعنت میں شریک ہو اور کوئی اس میں سے ظالموں میں شریک ہو۔ اور کہا جاتا ہے کہ یزید اسی

حدیث کی بنا پر قسطنطنیہ کی جنگ میں شریک ہوا تھا۔'' (منہاج السنۃ :۲/۲۵۲)

یہاں یقال کا لفظ قائل کے قول کو ضعیف قرار دے رہا ہے۔

اس بات میں شک وشبہ نہیں کہ یزید بن معاویہ قسطنطنیہ کے جہاد میں شریک ہوا تھا اور اس بات کی گواہی صحابی رسول ﷺ سیدنا محمود بن الربیعؓ نے دی ہے۔ چنانچہ سیدنا محمود بن الربیعؓ بیان کرتے ہیں کہ ''میں نے ایک حدیث ایک ایسی قوم کے سامنے بیان کی کہ جس میں سیدنا ابو ایوب انصاریؓ رسول اللہ ﷺ کے صحابی شامل تھے اور اسی غزوہ میں انہوں نے وفات پائی۔ اور یزید بن معاویہ ان پر امیر تھے، روم کی سرزمین میں۔'' (صحیح بخاری: ج ۱/ص ۱۵۸ تاریخ الصغیر: ص ۴۷)

سیدنا محمود بن الربیعؓ کے بیان سے یہ واضح ہوا کہ یزید بن معاویہ جس لشکر پر امیر تھے اس میں سیدنا ابو ایوب انصاریؓ بھی شامل تھے اور اسی لشکر میں سیدنا ابو ایوب انصاریؓ نے وفات پائی اور انہوں نے ۵۰ھ یا ۵۲ھ میں وفات پائی ہے۔

اس وضاحت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یزید بن معاویہ جس لشکر میں شامل تھا، وہ معاویہ کے دور حکومت میں قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والا سب سے آخری لشکر تھا، عنقریب دلائل سے ثابت کیا جائے گا کہ یزید بن معاویہ کے حملہ سے بہت پہلے خود سیدنا معاویہؓ نے بھی مضیق قسطنطنیہ پر حملہ کیا تھا۔ اور اس وقت یزید چھ سال کا تھا نیز وہ قسطنطنیہ پر لشکر کشی کے لئے وقتاً فوقتاً فوجیں بھیجتے رہتے تھے اور بقول حافظ ابن کثیرؒ کے کہ معاویہؓ نے قسطنطنیہ پر سولہ مرتبہ لشکر کشی کی تھی۔ (البدایۃ ۸/۱۳۳) نیز سیدنا عبدالرحمٰن بن خالد بن الولیدؓ وغیرہ نے بھی یزید سے پہلے ۴۴، ۴۵ اور ۴۶ ہجری میں قسطنطنیہ پر کئی مرتبہ لشکر کشی کی تھی۔

۷) امام محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں:

عن ابن سیرین، قال غزا ابو ایوب زمن یزید بن معاویۃ فمرض، فقال:

قد مونی فی ارض الروم ما استطعتم، ثم ادفنونی

''سیدنا ابوایوب انصاریؓ نے یزید بن معاویہ کے زمانے میں جہاد کیا پھر وہ بیمار ہو گئے پس انہوں نے فرمایا: مجھے روم کی سرزمین میں جہاں تک ہو سکے لے جانا پھر مجھے دفن کر دینا۔''

(التاریخ الصغیر للامام بخاری: ص ٦٥، طبع سانگلہ ھل)

٨) ابوظبیانؒ بیان کرتے ہیں:

غزا ابو ایوب مع یزید بن معاویة قال: فقال: اذا انامت فأ دخلونی ارض العدو فادفنونی تحت أقد امکم حیث تلقون العدو

''سیدنا ابوایوبؓ نے یزید بن معاویہ کے ساتھ جہاد کیا (اسی دوران وہ بیمار ہو گئے) پس انہوں نے فرمایا: جب میں مرجاؤں تو مجھے دشمن کی سرزمین میں لے جانا اور جب تمہارا دشمن سے سامنا ہو تو مجھے اپنے قدموں کے نیچے دفن کر دینا۔'' (مسند احمد: ج ۵/ص ۴۲۳، ۴۱۹ قلت: ورجالہ ثقات، الطبرانی فی الکبیر ۳۸۴۷، ۴۰۴۱، ۴۰۴۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵/ ۳۲۰، طبقات ابن سعد: ۳/ ۴۸۴، ۴۸۵)

اس روایت میں یہ واقعہ بیان کرنے والے ابوظبیان حصین بن جندب جہنی کوفیؒ ہیں اور طبقات ابن سعد (ج ۳ ص ۳۶۹ طبع دارالکتب العلمیہ بیروت) میں عن ابی ظبیان عن اشیاخہ عن ابی ایوب الانصاری کی سند سے یہ واقعہ موجود ہے اور ان کے اشیاخ عبداللہ بن نمیر اور یعلی بن عبید طنافسی ہیں جو ثقہ ہیں۔

٩) امام محمد بن سیرینؒ بیان کرتے ہیں

اخبرنا اسماعیل بن ابراهیم الا سدی عن ایوب عن محمد قال: شهد ابو ایوب بدرا ثم لم یتخلف عن غزاة للمسلمین الا هوفی اخری الا عاما واحدا فانه استعمل علی الجیش رجل شاب فقعد ذلک العام، فجعل بعد

ذاک العام یتلهف ویقول: ما علی من استعمل علی، وما علی من استعمل علی، وما علی من استعمل علی ، قال فمرض وعلی الجیش یزید بن معاویة فاتاہ یعودہ فقال: حاجتک، قال: نعم حاجتی اذا انامت فارکب بی ثم سغ بی فی ارض العدو ماوجدت مساغا، فاذا لم تجد مساغا فادفنی ثم ارجع. فلما مات رکب بہ ثم سار بہ فی ارض العدو وما وجد مساغا ثم دفنہ ثم رجع. قال وکان ابو ایوب ، رحمة اللہ علیہ، یقول: قال اللہ تعالیٰ (انفروا خفافا وثقالا) (التوبة: ۴۱)، لا اجدنی الا خفیفا وثقیلا.

"ابو ایوب انصاریؓ غزوہ بدر میں شریک تھے پھر (رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد) مسلمانوں کے جہاد میں اگر کسی ایک میں وہ پیچھے رہ جاتے تو دوسرے میں ضرور شریک ہوتے، سوائے ایک سال کے جب لشکر پر ایک نوجوان سپہ سالار بنا دیا گیا تو وہ بیٹھ رہے۔ اس سال کے بعد وہ افسوس کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھ پر گناہ نہ تھا جو مجھ پر عامل بنایا گیا تھا، مجھ پر گناہ نہ تھا جو مجھ پر عامل بنایا گیا تھا۔ مجھ پر گناہ نہ تھا جو مجھ پر عامل بنایا گیا تھا (یعنی ان کو اس بات کا انتہائی افسوس ہوا)۔ پھر وہ (قسطنطنیہ کی جنگ کے دوران) بیمار ہو گئے۔ لشکر پر (اس وقت) یزید بن معاویہ امیر تھا۔ وہ ان کے پاس ان کی عیادت کو آیا اور پوچھا کہ کوئی حاجت ہو تو بیان کیجئے۔ انہوں نے فرمایا: ہاں میری حاجت ہے کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے اونٹ پر سوار کر کے جہاں تک ممکن ہو سکے، دشمن کی زمین میں لے جانا اور جب (آگے مزید) گنجائش نہ پانا تو وہیں دفن کر دینا اور واپس آ جانا۔ جب ان کی وفات ہو گئی تو انہیں سوار کیا گیا اور جہاں تک ممکن ہو سکا، انہیں دشمن کی زمین میں لے جایا گیا پھر انہیں وہاں دفن کیا گیا اور (لوگ) واپس آ گئے اور سیدنا ابو ایوب انصاریؓ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (**انفروا خفافا وثقالا**) یعنی "اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلو، چاہے تم ہلکے ہو یا

بھاری۔ ''میں اپنے آپ کو سبک بار پاتا ہوں یا گراں بار۔''

(الطبقات الکبریٰ از امام محمد بن سعد: ج ۳/ص ۳۶۹، مستدرک حاکم: ج ۳/ص ۴۵۹)

اس واقعہ کو حافظ ابن کثیرؒ نے بھی مسند احمد بن حنبل (۵/ ۴۱۹، ۴۲۳) کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ دیکھئے البدایۃ والنھایۃ: ج ۸/ص ۵۸، ۵۹

اس روایت کو بیان کرنے والے محمد بن سیرین رحمہ اللہ ہیں اور انہوں نے یزید بن معاویہ کو نہیں پایا۔ البتہ ابوظبیانؒ کی سند متصل اور صحیح ہے۔ اور ابن سیرینؒ کی روایت کی بہترین مؤید ہے۔

ان روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ یزید بن معاویہ جس لشکر کے سالار تھے اور جنہوں نے ان کی امارت میں قسطنطنیہ پر حملہ کیا تھا، اس میں سیدنا ابوایوب انصاریؓ شریک تھے اور اسی لشکر میں ان کی وفات ۵۰ ھ یا ۵۲ ھ میں ہوئی اور اہل سیر نے ذکر کیا ہے کہ یزید بن معاویہ کا یہ حملہ ۴۹ ھ میں شروع ہوا تھا۔

۱۰) چنانچہ حافظ ابن کثیر ۴۹ ھ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

''اسی سال یزید بن معاویہ نے بلادِ روم کے ساتھ جنگ کی حتیٰ کہ سادات صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ جس میں سیدنا ابن عمر، سیدنا ابن عباس، سیدنا ابن زبیر اور سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم شامل تھے، قسطنطنیہ پہنچ گیا۔'' آگے لکھتے ہیں: اور اسی میں سیدنا ابوایوب خالد بن زید انصاریؓ شامل تھے۔ اور بعض کا قول ہے کہ ان کی وفات اس غزوہ میں (اس سال) نہیں ہوئی بلکہ اس کے بعد ۵۱ ھ یا ۵۲ ھ کے غزوات میں ہوئی جیسا کہ ابھی بیان ہوگا۔ (البدایۃ والنھایۃ: ج ۸ص ۳۲)

صحابہ کرام میں سے اہل سیر نے ابن عمر، ابن عباس، ابن الزبیر رضی اللہ عنہم اور بعض نے حسینؓ کا بھی یزید کی معیت میں قسطنطنیہ کی اس جنگ میں شرکت کا ذکر کیا ہے، لیکن اس سلسلہ

میں کوئی روایت باسند ثابت نہیں ہے۔ اگر کسی اہل علم کے علم میں باسند کوئی حوالہ موجود ہو تو وہ ضرور راقم الحروف کو اس سے آگاہ کرے۔

۱۱) چودھویں صدی میں ناصبیوں کے امام جناب محمود احمد عباسی نے بھی لکھا ہے:

''چنانچہ ۴۹ھ میں حضرت معاویہؓ نے جہاد قسطنطنیہ کے لئے بری اور بحری حملوں کا انتظام کیا۔ بری فوج میں شامی عرب تھے خصوصاً بنی کلیب جو امیر یزید کا ننھیالی قبیلہ تھا، ان کے علاوہ حجاز سے قریش غازیوں کا بھی دستہ تھا جس میں صحابہ کرام کی ایک جماعت شامل تھی۔ اس فوج کا امیر اور سپہ سالار امیر المومنین کے لائق فرزند امیر یزید تھے۔ یہی وہ پہلا اسلامی جیش ہے جس نے قسطنطنیہ پر جہاد کیا۔'' (خلافت معاویہ ویزید: ص ۴۳)

۱۲) اور اسی قول کو محمود احمد عباسی صاحب کے لائق شاگرد جناب محمد عظیم الدین صدیقی نے اپنی کتاب ''حیات سیدنا یزید'' میں اختیار کیا ہے۔ (ص ۶۷)

۱۳) امام خلیفہ بن خیاط اپنی تاریخ میں ۵۰ھ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

وفیھا غزا یزید بن معاویة ارض الروم ومعه ابو ایوب انصاری

''اور اسی سن میں یزید بن معاویہ نے ارضِ روم میں جہاد کیا اور ان کے ساتھ سیدنا ابوایوب انصاریؓ بھی تھے۔'' (تاریخ خلیفہ بن خیاط: ص ۲۱۱)

۱۴) حافظ ابن کثیرؒ نے ۵۲ھ کا عنوان قائم کر کے اس کے ضمن میں سیدنا ابوایوب انصاریؓ کی وفات کا ذکر کیا ہے اور ۵۲ھ کے قول کو سب سے زیادہ قوی قرار دیا ہے۔'' (البدایة والنہایة: ج ۸/ص ۵۹)

(۱۵) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

''اور یہ غزوۂ مذکور ۵۲ھ میں ہوا اور اسی غزوہ میں ابوایوب انصاریؓ کی وفات ہوئی اور

انہوں نے وصیت فرمائی کہ انہیں قسطنطنیہ کے دروازہ کے قریب دفن کیا جائے۔" (فتح الباری: ۱۰۳/۶)

علمائے کرام کے اقوال میں تضاد واضطراب

حافظ ابن حجر عسقلانی، حافظ ابن کثیرؒ اور حافظ ابن تیمیہؒ وغیرہ نے ایک طرف یزید بن معاویہ کے لشکر کو اول جیش کا مصداق قرار دیا ہے جیسا کہ پہلے گزرا ہے لیکن پھر یہی علماء یہ بات بھی نقل کرتے ہیں کہ یزید بن معاویہ کا یہ حملہ ۴۹ھ سے شروع ہوا تھا اور اس کی سب سے بڑی دلیل صحیح بخاری کی وہ روایت ہے کہ جس میں سیدنا محمود بن الربیعؓ کا یہ بیان موجود ہے کہ یزید بن معاویہ اس لشکر کے سالار تھے جس میں ابو ایوب انصاریؓ بھی شریک تھے اور اس میں انہوں نے وفات پائی تھی۔ (صحیح بخاری: ۱۱۸۶) اور ابو ایوب انصاریؓ کی وفات ۵۲ھ میں ہوئی حالانکہ دیگر تاریخی حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ اس غزوہ سے پہلے بھی قسطنطنیہ پر کئی حملے ہو چکے تھے جن کا ذکر احادیث اور تاریخ کی کتب میں موجود ہے اور ان کو عنقریب ذکر کیا جا رہا ہے۔

اس وضاحت سے ثابت ہوا کہ یہ حملہ نہ تو پہلا حملہ ہے اور نہ ہی ان کا لشکر 'اول جیش' کا مصداق ہے۔ جن حضرات نے یزید بن معاویہ کے لشکر کو اول جیش کا مصداق قرار دیا ہے انہیں اس سلسلہ میں سخت غلطی لگی ہے اور انہوں نے اس بات کی کوئی دلیل بھی ذکر نہیں کی اور نہ سنداً کوئی روایت بیان کی ہے بلکہ صرف یہی بات ذکر کر کے کہ یزید کے لشکر نے قسطنطنیہ پر لشکر کشی کی تھی اور بس...... چنانچہ اس بات کی اشد ضرورت محسوس کی گئی کہ یہ معلوم کیا جائے کہ قسطنطنیہ پر کتنے حملے کیے گئے اور ان حملوں میں سب سے پہلا حملہ کس نے کیا تھا۔؟

کیا سیدنا معاویہؓ نے قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کیا تھا؟

حافظ ابن کثیرؒ نے اگر چہ یزید بن معاویہ کے لشکر کو اول جیش، کا مصداق قرار دیا ہے لیکن وہ خود ہی دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

وفیها غزا معاویة بلاد الروم حتی بلغ المضیق - مضیق القسطنطنیة

''اور ۳۲ھ میں سیدنا معاویہؓ نے بلادِروم پر چڑھائی کی۔ یہاں تک کہ وہ خلیجِ قسطنطنیہ تک پہنچ گئے۔''

(البدایہ والنہایہ: ج۷/ص۱۵۹)

حافظ موصوف ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

قالوا : و کان عام غزوة المضیق. یعنی مضیق القسطنطنیة. فی سنة ثنتین وثلاثین فی ایا مه و کان هوالا میر علی الناس عامئذ

''کہتے ہیں کہ خلیجِ قسطنطنیہ کی جنگ سیدنا معاویہ کی امارت میں ۳۲ھ میں ہوئی اور وہ خود اس سال لوگوں پر امیر تھے۔''

(ایضا: ج۸/ص۱۲۶)

الاستاد حافظ زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ حملہ ۳۲ھ بمطابق ۶۵۲، ۶۵۳ء میں ہوا تھا۔ (دیکھئے تاریخ طبری: ج۴/ص۳۰۴، **العبراز ذهبی**: ج۱/ص۲۴، المنتظم از ابن جوزی: ج۵/ص۱۹ طبع ۱۹۹۲ء، البدایۃ والنہایۃ: ج۷/ ص۱۵۹، ج۸/ص۱۲۶، تاریخ الاسلام از ذہبی وغیرہ)

اس وقت یزید کی عمر تقریباً چھ سال تھی۔ (دیکھئے تہذیب التہذیب وغیرہ) صرف اس

ایک دلیل سے ہی روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ 'اول جیش' والی حدیث مبارکہ کو یزید پر فٹ کرنا صحیح نہیں ہے" (ماہنامہ 'الحدیث' حضرو: شمارہ ۶/ص ۹: مقالات ج۱/ص ۳۱۱)

موصوف دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

"یہ حملہ قسطنطنیہ پر مضیق القسطنطنیة کی طرف سے ہوا تھا، یہ مقام اس شہر سے قریب ہے۔"

حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

" فيها كانت وقعة المضيق بالقرب من قسطنطنية وامير ها معاوية"

(تاریخ اسلام از ذہبی، عہد خلفائے راشدین: ص ۳۷۱)

"اس سن میں مضیق کا واقعہ ہوا جو کہ قسطنطنیہ کے قریب ہے اور اس کے امیر، معاویہؓ تھے۔"

لہٰذا یہ حملہ بھی قسطنطنیہ پر ہی تھا۔ معاویہؓ نے یہ حملہ عثمان بن عفانؓ کے دور خلافت میں کیا تھا۔

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

فأغزا معاوية أرض الروم ست عشرة غزوة ۔ "سیدنا معاویہؓ نے قسطنطنیہ پر سولہ مرتبہ لشکر کشی کی تھی" (البدایہ ج ۸/ص ۱۳۳)۔ مضیقِ قسطنطنیہ والی روایت کو جناب عبدالولی حقانی صاحب نے بے سند و منقطع قرار دیا ہے گویا انہوں نے حافظ ابن کثیر، حافظ ذہبی، حافظ ابن الجوزی وغیرہم کے بیان کو رد کر دیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ معاویہؓ کے حملوں کی بعض دوسری روایات سے تصدیق ہوتی ہے چنانچہ اس سلسلہ میں مسند احمد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

كان معاوية يسيرأ رض الروم ''معاویہؓ (لشکرکشی کی غرض سے) ''ارض روم کی طرف کوچ کرر ہے تھے۔'' (۴/۱۱۱)

تفصیلی روایت حصہ دوم میں ذکر کی گئی ہے۔ اس روایت کے راوی سیدنا عمرو بن عبسہؓ قدیم الاسلام صحابی ہیں اور انہوں نے سیدنا عثمانؓ کے دور خلافت کے بالکل آخر میں وفات پائی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا معاویہؓ کے قسطنطنیہ پر حملے سیدنا عثمانؓ کے دور ہی سے شروع ہو گئے تھے اور یہ روایت اس کی زبردست دلیل ہے۔ اس سلسلہ کی دوسری روایت بھی ملاحظہ فرمائیں، جو امام بخاریؒ نے ذکر فرمائی ہے۔

حدثنا عبدالله بن صالح، حدثنى معاوية ، عن عبدالرحمن بن جبير بن نفير عن ابيه عن ابى ثعلبة الخشنى، قال سمعته فى خلافة معاوية بالقسطنطنية وكان معاوية غزالناس بالقسطنطنية ، ان الله لايعجز هذه الامة من نصف يوم (التاريخ الصغير ص ۵۲ طبع سانگلہ ھل پاکستان ، نسخة ثانى (۱/۱۲۳)، التاريخ الكبير ص۲۴۸ ق ۲ ج ۱)

امام جبیر بن نفیرؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوثعلبہ الخشنیؓ کو معاویہؓ کے دور خلافت میں قسطنطنیہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا، جبکہ معاویہؓ نے قسطنطنیہ پر لشکر کشی کیلئے لوگوں (فوج) کو روانہ کیا تھا۔ ''بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کو آدھے دن کے بقدر بھی عاجز نہیں کریگا''

اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے کیونکہ اسے روایت کرنے والے سیدنا ابوثعلبہ خشنی مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں اور ان سے ان کے شاگرد سیدنا جبیر بن نفیر ثقہ اور جلیل القدر تابعی ہیں اور کتب ستہ میں سے امام بخاریؒ کے علاوہ سب نے ان سے حدیث روایت کی ہے اور امام بخاریؒ نے بھی الادب المفرد، التاریخ الصغیر اور التاریخ الکبیر میں ان سے حدیث روایت کی ہے۔ جبیر سے ان کے بیٹے عبدالرحمٰن بن جبیر اس روایت کو بیان کرتے ہیں اور وہ ثقہ ہیں اور ان محدثین

نے ان سے حدیث روایت کی ہے کہ جنہوں نے ان کے والد محترم سے حدیث لی ہے۔ عبدالرحمٰن کے شاگرد معاویہ بن صالح ہیں جو صدوق ہیں اور انہیں اوہام بھی ہوئے ہیں امام بخاری کے علاوہ دیگر کتب خمسہ والوں نے ان کی حدیث روایت کی ہے۔ گویا یہ تینوں راویان صحیح مسلم کے راوی ہیں۔ معاویہ سے اس روایت کو نقل کرنے والے عبداللہ بن صالح ہیں جن کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

''وہ صدوق ہیں، بہت غلطیاں کرنے والے ہیں لیکن جب وہ کتاب سے روایت کرتے ہیں تو ان کی روایت مضبوط ہوتی ہے اور ان میں کچھ غفلت پائی جاتی ہے۔ (تقریب)

آپ صدوق اور حسن الحدیث ہیں اور امام بخاریؒ نے ان سے روایات لی ہیں۔ لیکن عبداللہ بن صالح اس روایت کو بیان کرنے میں منفرد نہیں ہیں بلکہ مسند احمد میں لیث بن سعد نے ان کی متابعت کر رکھی ہے اور لیث ثقہ، ثبت، فقیہ اور مشہور امام ہیں اور کتب ستہ کے راوی ہیں لہٰذا یہ روایت صحیح ہے۔''

مسند احمد کی متابعت والی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''عن عبدالرحمن بن جبير عن ابيه قال سمعت ابا ثعلبة الخشنى صاحب رسول الله ﷺ انه سمعه يقول وهو بالفسطاط فى خلافة معاوية وكان معاوية اغزى الناس القسطنطينية فقال: والله لا تعجز هذه الامة من نصف يوم اذا رأيت الشام مائدة رجل واحد واهل بيته فعند ذلك فتح القسطنطنية''

''امام جبیر بن نفیرؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابی سیدنا ابوثعلبہ خشنیؓ کو اس وقت فرماتے سنا جب کہ وہ خیمہ میں تھے اور یہ معاویہؓ کی خلافت کا زمانہ تھا اور سیدنا

معاویہؓ اس وقت لوگوں کو قسطنطنیہ پر لشکر کشی کے لئے روانہ فرمایا تھا۔ پس انہوں (ابوثعلبہؓ) نے فرمایا اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس امت کو آدھے دن کے بقدر بھی عاجز نہیں کرے گا اور جب تم شام کو ایک آدمی اور اس کے اہلِ بیت کے لئے دستر خوان کی طرح دیکھو تو اس وقت قسطنطنیہ فتح ہوگا"۔ (ملک شام ایک آدمی اور اس کے خاندان کے زیرِ تسلط ہو جائیگا۔ تو اس وقت قسطنطنیہ فتح ہوگا)۔

(مسند احمد: ج ۴/ص ۱۹۳، وقال شیخ شعیب ارنؤوط : اسناده علیٰ شرط مسلم: مسند الامام احمد بن حنبل ۲۹/ ۲۶۹، ح ۱۷۷۳۴، وقال الهيثمي: رواه احمد ورجاله رجال الصحيح : مجمع الزوائد: ۶/ ۲۱۹)

اس حدیث میں یہ الفاظ "والله لاتعجز هذه الأمة من نصف يوم" مرفوعاً بھی ثابت ہیں۔ (دیکھئے سنن ابوداود: ۴۳۴۹، مستدرک حاکم: ۴/ ۴۲۴ علیٰ شرط الشيخين ووافقه الذهبي والطبراني في الكبير: ۲۲/ ۵۷۲، ۵۷۶ وفي الشاميين: ۲۰۲۹)

شیخ شعیب الارنؤوط فرماتے ہیں:

" من نصف يوم" اى: من ايام الله ، قال تعالىٰ (و ان يو ماعند ر بك كألف سنة مماتعدون) (الحج ۴۷)

فنصفه خمس مئة سنة المراد أنهم لا بد يدركون نصفه، والمقصود بقاؤ هم هذا المقدار، وليس فيه نفي الزيادة على ذلك وهم اليوم زادوا على ضعف ذلك. " مائدة رجل واحد" أى: من المسلمين ، وذلك بأن يكون اميرا فيه ، والمراد اذا كان اميرا لشام من المسلمين.

"من نصف یوم" سے مراد اللہ تعالیٰ کے دن ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔"اور بے شک

ایک دن کی مدت تیرے رب کے نزدیک ایک ہزار سال کے برابر ہے کہ جسے تم شمار کرتے ہو۔'' (الحج:۴۷) پس یہاں آدھے دن سے مراد پانچ سو سال کی مدت ہے اور مراد یہ ہے کہ یہ امت یقیناً اس کے نصف کو پالے گی۔ اور مقصود یہ ہے کہ ان کی بقا کی یہ مقدار ہے اور اس میں اس سے زیادہ کی نفی نہیں ہے اور آج کے دن ان کی تعداد اس وقت سے کئی گنا زیادہ ہے اور مائدة رجل واحد سے مسلمین مراد ہیں کیونکہ ان کا امیر انہی میں سے ہوگا اور مراد یہ ہے کہ شام کا امیر مسلمین میں سے ہوگا۔'' (الموسوعۃ الحدیثیۃ ۲۹/۲۷۰ مع مسند الامام احمد بن حنبل)

سیدنا ابوثعلبہ الخشنیؓ کے بیان سے واضح ہوا کہ سیدنا معاویہؓ قسطنطنیہ پر لشکر کشی کے لئے فوجیں روانہ کرتے رہتے تھے، کبھی وہ خود قسطنطنیہ پر براہ راست حملہ آور ہوتے اور کبھی صحابہ کرام کو فوج دے کر روانہ کرتے رہتے تھے تا کہ قسطنطنیہ فتح ہو جائے۔ اور جس نے قسطنطنیہ پر لشکر کشی کے لئے فوجیں بھیجی ہوں، ظاہر ہے کہ وہ بھی اس جہاد کے اجر و ثواب میں برابر کا شریک ہے بلکہ عملاً وہ اس میں شریک ہے۔ معاویہؓ نے ابوثعلبہ الخشنیؓ کے بیان کے مطابق قسطنطنیہ پر لشکر کشی کے لئے فوجیں بھیجی تھیں اب یہاں یہ بات تو واضح نہیں ہے کہ انہوں نے اس لشکر پر کس کو سپہ سالار مقرر کیا تھا؟ البتہ یہاں یہ بات بالکل واضح ہے کہ ابوثعلبہؓ اس جنگ میں شریک تھے۔ ممکن ہے کہ الشیخ عبدالولی حقانی صاحب اس جہاد میں بھی یزید کی شرکت کے قائل ہوں جیسا کہ انہوں نے عبدالرحمٰن بن خالد بن الولیدؒ کی امارت میں ہونے والے جہاد میں یزید کو ان پر زبردستی امیر بنا ڈالا تھا۔

سیدنا عبدالرحمٰن بن خالد بن الولیدؓ کے قسطنطنیہ پر حملے

سیدنا عبدالرحمٰن بن خالد بن ولیدؓ اپنے باپ خالدؓ بن ولید کی طرح انتہائی شجاع تھے۔ انہیں بعض محدثین نے صغارِ صحابہ میں بھی شمار کیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے **الاصابة فی تمییز الصحابة** میں ان کا مفصل ترجمہ لکھا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ **اخرج ابن عساکر من طرق کثیرة انه کان یؤمر علی غزوالروم ایام معاویة** ''حافظ ابن عساکر نے بہت سی سندوں سے نقل کیا ہے کہ معاویہؓ کے عہدِ حکومت میں ان کو رومیوں سے جو جنگیں لڑی جاتی تھیں، ان میں امیر بنایا جاتا تھا۔'' (الاصابہ:٣/٦٨)

امام ابن جریر طبریؒ نے اپنی تاریخ میں ۴۴ھ اور ۴۵ھ کے واقعات کے ضمن میں اور حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ میں ۴۴ھ اور ۴۶ھ کے واقعات کے ذیل میں بلادِ روم میں ان کی زیرِ امارت رومیوں سے مسلمانوں کے سرمائی جہاد کا ذکر کیا ہے۔ افسوس کہ ۴۶ھ میں بلادِ روم ہی میں ان کو حمص میں زہر دے کر شہید کر دیا گیا تھا۔ عبدالرحمٰن بن خالدؓ اپنے غزوات و جہاد کی وجہ سے شامی مسلمانوں میں بڑے محبوب و باثر تھے (البدایة والنهایة:٨/٣١)

اس سلسلہ کی بعض احادیث ملاحظہ فرمائیں:

عن اسلم ابی عمران قال: غزونا من المدینة نرید القسطنطنیة و علی الجماعة عبدالرحمن بن خالد بن الولید و الروم ملصقو ظهور هم بحائط المدینة فحمل رجل علی العدو فقال الناس: مه مه لا اله الا الله یلقی بیدیه الی التهلكة . فقال ابو ایوب: انما نزلت هذه الا یة فینا معشر الا نصار لما نصر الله نبیه و اظهر الا سلام قلنا هلم نقیم فی اموالنا و نصلحها فانزل الله (وانفقوا فی سبیل الله ولا تلقوا با یدیکم الی التهلكة) فالا لقاء بالا یدی الی

التهلكة ان نقيم في اموالنا ونصلحها وندع الجهاد. قال ابو عمران: فلم يزل ابو ايوب يجاهد في سبيل الله حتى دفن بالقسطنطنية (سنن ابوداود: كتاب الجهاد: باب في قوله عزو جل ولا تلقوا بايديكم(۲۵۱۲)

" امام اسلم ابوعمرانؒ کا بیان ہے کہ ہم مدینہ سے جہاد کے لئے قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوئے اس وقت امیرِ جیش سیدنا عبدالرحمٰن بن خالد بن الولیدؓ تھے۔ رومی فوج شہر پناہ سے پشت لگائے مسلمانوں سے آمادہ پیکار تھی۔ اسی اثنا میں (مسلمانوں کی صف میں سے نکل کر) ایک شخص نے دشمن (کی فوج) پر حملہ کر دیا۔ لوگ کہتے رہے: "رکو، رکو، لا الہ الا اللہ یہ شخص تو خود اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے" یہ سن کر سیدنا ابوایوب انصاریؓ نے فرمایا کہ یہ آیت تو ہم انصاریوں کے بارے میں اتری ہے۔ (واقعہ یہ ہے) کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی مدد فرمائی اور اسلام کو غلبہ نصیب فرمایا تو ہم نے کہا تھا کہ اب تو ہم کو مدینہ میں رہ کر اپنے اموال کی خبر گیری اور ان کی اصلاح کی طرف توجہ دینا چاہئے۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت شریفہ نازل فرمائی: (**وانفقوا في سبيل الله ولا تلقوا بايديكم الى التهلكة**) (البقرۃ:۱۹۵) "اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو" لہٰذا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا تو جہاد کو چھوڑ کر ہمارا اپنے اموال کی خبر گیری اور اس کی اصلاح کے خیال سے اپنے گھروں میں بیٹھ رہنا تھا۔ ابوعمرانؒ کہتے ہیں کہ سیدنا ابوایوبؓ مسلسل اللہ کی راہ میں جہاد ہی کرتے رہے تا آنکہ وہ دفن بھی قسطنطنیہ میں ہوئے۔"

الاستاد حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

"سنن ابوداود والی روایت بالکل صحیح اور محفوظ ہے جس کی سند مع متن یہ ہے: ابن وهب عن حيوة بن شريح عن يزيد بن ابی حبيب عن اسلم ابی عمران قال:

غزونا من المدينة نريد القسطنطنية وعلى الجماعة عبدالرحمن بن خالد بن الوليد......الخ"

"اسلم ابوعمران سنن ابی داود، ترمذی ونسائی کے راوی اور ثقہ تھے۔(تقریب التہذیب: ص۱۳۵) یزید بن ابی حبیب کتبِ ستہ کے راوی اور ثقہ تھے۔(ایضاً ص۲۷۲ تحقیق شیخ ابواشبال شاغف)

عبداللہ بن وہب کتب ستہ کے بنیادی راوی اور ثقہ حافظ عابد ہیں۔(تقریب التہذیب :ص۵۵٦) صحیح بخاری میں ان کی تقریباً ایک سوتیں روایات موجود ہیں۔آپ اصول حدیث کی ایک قسم الروایۃ بالاجازۃ کے قائل تھے جو کہ ایک مستقل فقہی موقف ہے اور راجح بھی یہی ہے کہ روایت بالاجازۃ جائز ہے۔دیکھئے مقدمۃ ابن الصلاح وغیرہ

ابن سعدؒ نے آپ پر تدلیس کا الزام لگایا ہے جو کہ (اس روایت میں) کئی لحاظ سے مردود ہے:

(۱) اس روایت میں ابن وہب نے سماع کی تصریح کر رکھی ہے۔

(۲) ابن وہب کی سند کی متابعت بھی موجود ہے۔حافظ ابن عساکرؒ نے کہا:

اخبرنا ابو محمد بن الاكفانى بقرأتى عليه قال: ثنا عبدالعزيز بن احمد: انا ابو محمد بن ابى نصر: انا ابو القاسم بن ابى العقب : انا احمد بن ابراهيم القرشى ثنا ابن عائذ: ثنا الوليد: ثنا عبدالله بن لهيعة والليث بن سعد عن يزيد عن ابى عمران التجيبى قال: غزونا القسطنطنية وعلى اهل مصر عقبة بن عامر الجهنى وعلى الجماعة عبدالرحمن بن خالد بن الوليد (تاريخ دمشق مصور: ج ۹/ص ۹۲۹)

اس سند میں لیث بن سعد کتب ستہ کے مرکزی راوی اور "ثقہ ثبت فقیہ مشہور امام" ہیں۔

(تقریب التہذیب: ص ۸۱۷)

لیث بن سعد نے ابن وہب کے استاد حیوہ بن شریح کی 'متابعت تامہ' کر رکھی ہے۔ والحمدللہ

(۳) حافظ ابن حجر کی تحقیق بھی یہ ہے کہ ابن وہب مدلس نہیں تھے۔ (دیکھئے النکت علی ابن الصلاح: ج ۲/ص ۶۳۷)

نوٹ: راجح یہی ہے کہ عبداللہ بن وہبؒ ثقہ ہونے کے ساتھ مدلس بھی تھے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سنن ابی داؤد کی اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے۔ اسی وجہ سے امام حاکم اور ذہبی نے اسے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ اگر شرط سے مراد یہ لیا جائے کہ اس سند کے تمام راوی بخاری و مسلم کے ہیں تو ظاہر ہے کہ یہ بات وہم ہے کیونکہ اسلم صحیح بخاری یا مسلم کے راوی نہیں ہیں اور اگر یہ مراد لیا جائے کہ اس کے راوی بخاری و مسلم کے راویوں کی طرح ثقہ ہیں، سند متصل ہے اور شاذ یا معلول نہیں تو یہ بات بالکل صحیح ہے۔ مستدرک کے مطالعہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ امام حاکم صحیح بخاری و مسلم کے راویوں یا ان جیسے ثقہ راویوں کی غیر معلول روایت کو صحیح علی شرط الشیخین او علی احدہما کہہ دیتے ہیں اور حافظ ذہبی ان کی موافقت کرتے ہیں جیسا کہ حاکم فرماتے ہیں: ''

وانا استعین اللہ علی اخراج احادیث رواتھا ثقات قد احتج بمثلھا الشیخان رضی اللہ عنھما او احدھما" (المستدرک: ج ۱/ص ۳) یعنی میں اللہ کی مدد مانگتا ہوں ان احادیث کی روایت کے لئے جن کے راوی ثقہ ہیں۔ بخاری و مسلم یا صرف بخاری یا صرف مسلم نے ان راویوں جیسے راویوں سے حجت پکڑی ہے۔''

اس عبارت سے بھی دوسری بات کی تائید ہوتی ہے اور یہی راجح ہے۔ لہٰذا علیٰ شرط الشیخین وغیرہ عبارات سے بعض محققین عصر کا حاکم و ذہبی کے بارے میں پروپیگنڈا کرنا صحیح نہیں ہے، مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔ ان شاءاللہ یاد رہے کہ اوہام اس سے مستثنیٰ ہیں۔

اس لشکر کے امرا کون کون تھے؟

سنن ابوداؤد کی اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ اس لشکر میں مصریوں کے امیر سیدنا عقبہ بن عامرؓ اور شامیوں کے امیر سیدنا فضالہ بن عبیدؓ تھے جبکہ پورے لشکر کے امیر سیدنا عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید تھے۔ حیوہ بن شریح کے سارے شاگرد اہل مصر کا امیر عقبہ بن عامرؓ کو قرار دیتے ہیں اور یہی بات لیث بن سعد اور ابن لہیعہ کی روایت عن یزید بن ابی حبیب میں ہے۔ کما تقدم لہٰذا یہ بات اجماعی و اتفاقی ہے۔

حیوہ کے دونوں شاگرد عبداللہ بن یزید المقرئی ☆ اور عبداللہ بن المبارکؒ بالاتفاق یہ بیان کرتے ہیں کہ اہل شام کے امیر فضالہ بن عبیدؓ تھے۔ یہی بات لیث بن سعد و ابن لہیعہ کی روایت میں ہے۔ لیث بن سعد اور ابن لہیعہ کی روایت میں بھی اہل شام کا امیر فضالہ بن عبیدؓ کو قرار دیا گیا ہے۔

☆ اس سند پر ایک بحث ہفت روزہ اہل حدیث ج ۲۹، شمارہ نمبر ۱۹، ص ۱۰ کے شمارہ میں شائع ہو چکی ہے جس میں ابوعبدالرحمٰن المقرئی پر جرح کی گئی ہے۔ صاحب مضمون پروفیسر محمد شریف کا ابوعبدالرحمٰن المقرئی پر جرح کرنا شیخ الاسلام ابن المبارک کی متابعت (السنن الکبریٰ للنسائی ج ۶/ص ۲۹۹ ح ۱۱۰۲۹، وتفسیر النسائی ج ۱/ص ۲۳۸، ح ۴۹) کی وجہ سے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ المقرئی کے دفاع کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ البتہ ضحاک بن مخلد کے شاگردوں میں اس بابت اختلاف ہے۔ عبد بن حمید کی روایت میں : وعلی الجماعۃ فضالۃ بن عبید کے الفاظ ہیں۔ (سنن ترمذی) جبکہ عمرو بن ضحاک اور عبیداللہ بن سعید کی روایتوں میں اس کا تذکرہ نہیں ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ضحاک بن مخلد کی روایت ابن المبارک وغیرہ کی مخالفت اور اپنے شاگردوں کے اختلاف کی وجہ سے شاذ و مردود ہے۔

اگر یہ صحیح بھی ہوتی تو اس کا مطلب یہ تھا کہ قسطنطنیہ پر بہت سے حملے ہوئے ہیں۔ بعض میں امیر لشکر عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید تھے، بعض میں فضالہ بن عبید اور بعض میں یزید بن معاویہ اور بعض میں کوئی اور، لہٰذا جامع ترمذی کی روایت سے بھی پروفیسر صاحب کا یہ دعویٰ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ قسطنطنیہ پر صرف اور صرف ایک ہی حملہ ہوا ہے اور اس حملہ میں یزید بھی موجود تھا۔ یاد رہے کہ سنن ابوداؤد کی ایک دوسری روایت (کتاب الجہاد، باب ۱۲۹ فی قتل الاسیر بالنبل حدیث: ۲۶۸۷) سے بھی عبدالرحمٰن بن خالد بن ولیدؒ اور سیدنا ابوایوبؓ کا مل کر جہاد کرنا، ثابت ہوتا ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

سنن ترمذی کی روایت میں وعلی الجماعۃ فضالۃ بن عبید کے جو الفاظ آئے ہیں، ان کا وہم ہونا کئی وجوہ سے ثابت ہے:

(۱) حیوہ بن شریح کے تمام شاگرد وعلی اہل الشام فضالۃ بن عبید کے الفاظ روایت کر رہے ہیں۔

....

(۲) یہ الفاظ سنن ترمذی کے علاوہ دوسری کسی کتاب میں نہیں ہیں۔

(۳) محققین ☆ نے ترمذی کی روایت کے وہم کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(☆ محققین سے مراد سید حلیمی اور صبری شافعی ہیں یہ وہی محققین ہیں جن کا حوالہ پروفیسر محمد شریف نے دیا ہے ہفت روزہ اہل حدیث لاہور: ج ۲۹/ شمارہ ۱۹،/ص ۱۰ کالم نمبر ا اور آگے جا کر اسی صفحہ پر کالم نمبر ۲ پر لکھتے ہیں: ''حافظ زبیر صاحب نے جو تفسیر نسائی کے حاشیہ کا حوالہ دیا، یہ ایک مبہم حوالہ ہے، محشی کون ہے؟ اس نے یہ الفاظ کہاں سے لئے؟'' سبحان اللہ!

خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی لکھتے ہیں:

"فظهر بهذه الروایات ان عبدالرحمن بن خالد کان امیرا علی الجمیع"

(بذل المجھود: ج۱۱/ص۴۳۵)

یعنی "ان روایات سے ظاہر ہوا کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن خالدؓ تمام لشکروں پر امیر تھے۔"

تاریخ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قسطنطنیہ پر کئی حملے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ سیدنا معاویہؓ نے رومیوں کی زمین پر سولہ مرتبہ فوج کشی کی ((البدایہ: ج۸/ص۱۳۳) ایک لشکر سردیوں (شواتی) میں اور دوسرا گرمیوں (صوائف) میں حملہ آور ہوتا۔ (ایضاً: ص۱۲۷)

دیگر کتبِ حدیث میں عبدالرحمٰن بن خالدؓ کی زیرِ امارت حملہ قسطنطنیہ کا تذکرہ

بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ سنن ابوداؤد کے علاوہ عبدالرحمٰن بن خالد بن الولیدؓ کے تمام لشکر پر سپہ سالار ہونے کا ثبوت کسی بھی دوسری کتاب میں نہیں ملتا۔ اس کا جواب دیتے ہوئے استاذ موصوف فرماتے ہیں کہ "درج ذیل کتابوں میں بھی صحیح سند کے ساتھ اس حملہ آور فوج کا قائد عبدالرحمٰن بن خالد بن الولیدؓ ہی مذکور ہے:

(۱) جامع البیان فی تفسیر القرآن، المعروف بہ تفسیر طبری (ج ۲/ص ۱۱۸، ۱۱۹)

(۲) تفسیر ابن ابی حاتم الرازی (ج ۱/ص ۳۳۰، ۳۳۱)

(۳) احکام القرآن از جصاص (ج ۱/ص ۳۲۶، ۳۲۷)

(۴) مستدرک حاکم (ج ۲/ص ۸۴، ۸۵) اسے حاکم اور ذہبی دونوں نے بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔" (مقالات حافظ زبیر علی زئی: ج ۱/ص ۳۰۷ تا ۳۱۱)

مستدرک حاکم کی روایت جو اسی سند سے ذکر ہوئی ہے، اس میں وضاحت ہے کہ اہل مصر

کے امیر عقبہ بن عامر جہنیؓ اور اہل شام کے امیر فضالہ بن عبید انصاریؓ تھے جس سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین کی کثیر تعداد جہادِ قسطنطنیہ میں شریک تھی اور یہ حملے یزید بن معاویہ کے حملے سے بھی بہت پہلے کیے گئے تھے۔ فضالہ بن عبید انصاریؓ کی ایک روایت صحیح مسلم (رقم: ۹۶۸) میں بھی ہے جس میں ان کی ارضِ روم کے جزیرہ رودس میں جہادی مہم کا ذکر موجود ہے جس سے فضالہؓ کے ۵۱ ہجری میں شام پر امیر ہونے کی مزید تصریح ہوتی ہے اور فضالہ کی وفات ۵۳ھ میں ہوئی۔ نیز سیدنا عقبہ بن عامر الجہنیؓ کے معاویہؓ کی طرف سے مصر کے امیر ہونے کی تصریح بھی حدیث میں موجود ہے۔ چنانچہ امام مرثد بن عبداللہ الیزنیؒ بیان کرتے ہیں:

قدم علينا ابو ايوب خالد بن زيد الانصارى صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم مصر غازيا وكان عقبة بن عامر بن عبس الجهنى امّره علينا معاوية بن ابى سفيان ہمارے پاس ابوایوب انصاریؓ ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی بغرض جہاد کے مصر میں تشریف لائے اور ہم پر عقبہ بن عامر الجہنیؓ، معاویہؓ کی طرف سے امیر تھے۔ (مسند احمد ۴/ ۱۴۷، ابوداؤد (۴۱۸)، ابن خزیمہ (۳۳۹)، مستدرک ۱/ ۱۹۰، السنن الکبری للبیہقی ۱/ ۳۷۰)

سنن ابوداؤد کی دوسری حدیث

اسی طرح سنن ابوداؤد کی ایک دوسری روایت سے بھی ثابت ہے کہ عبدالرحمٰن بن خالد بن الولیدؒ کے ساتھ ابوایوب انصاریؓ اس غزوہ میں شریک تھے اور عبدالرحمٰنؒ پوری جماعت پر امیر تھے۔ پوری حدیث کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

عن ابن تعلى قال: غزو نامع عبدالرحمن بن خالد بن الوليد فاتى باربعة اعلاج من العدو فامر بهم فقتلوا صبرا. قال ابو داود قال لنا غير سعيد عن ابن

وهب فی هذا الحدیث قال بالنبل صبرا فبلغ ذلک ابا ایوب الانصاری فقال سمعت رسول الله ﷺ ینهیٰ عن قتل الصبر...... (سنن ابوداؤد: کتاب الجہاد: باب ۱۲۹، فی قتل الاسیر بالنبل: ۲۶۸۷)

''عبید بن تعلیؒ بیان کرتے ہیں کہ ہم سیدنا عبدالرحمٰن بن خالد بن الولیدؓ کے ساتھ جہاد میں شریک تھے۔ (اسی مہم میں) ان کے سامنے دشمن کے چار آدمی پیش کیے گئے جن کے قتل کرنے کا انہوں نے حکم دیا اور تعمیل حکم میں ان کو باندھ کر قتل کر دیا گیا۔''

امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ''ہم سے ہمارے استاد امام سعید بن منصور کے علاوہ ایک دوسرے صاحب نے ابن وہب سے اس حدیث کو یوں نقل کیا کہ ان چاروں کو باندھ کر تیروں کا ہدف بنایا گیا۔ جب اس بات کی خبر سیدنا ابوایوبؓ انصاری کو ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ انہوں نے اس طرح ہاتھ باندھ کر قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ پس قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر کوئی مرغی بھی ہو تو میں اس کا باندھ کر نشانہ نہ لوں۔ جب یہ بات سیدنا عبدالرحمٰن بن خالد بن الولیدؓ کو پہنچی تو انہوں نے اس کے کفارے میں چار غلام آزاد کیے۔''

یہ حدیث سنن ابوداؤد کے علاوہ سنن سعید بن منصور ۲۶۶۷، مسند احمد: ۴۲۲/۵، طبرانی: ۴/ ۵۹/ (۴۰۰۲)، السنن الکبریٰ: ۹/ ۷۱، الدارمی: ۱۹۷۴، صحیح ابن حبان: ۴۵۰/۸ (۵۵۸۰۱)، الطحاوی: ۱۸۲/۳، والشاشی: ۱۱۶۰۔۱۱۶۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۸/۵ وغیرہ میں بھی موجود ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: الموسوعۃ الحدیثیۃ مسند امام احمد: ۵۶۱/۳۸، امام ابوداؤد نے دوسرے استاد سے جو کچھ روایت کیا ہے، یہی کچھ امام سعید بن منصور بھی بیان کرتے ہیں۔ (السنن سعید بن منصور: ۲۶۶۷)

سنن ابوداود کی مذکورہ بالا حدیث کی سند ملاحظہ فرمائیں: حدثنا سعید بن منصور

قال حدثنا عبدالله بن وهب قال اخبرني عمر و بن الحارث عن بكير بن عبدالله بن الاشج عن ابن تعلیٰ (٢٦٦٧) نیز دیکھئے: سنن سعید بن منصور

امام احمد بن حنبلؒ نے اس حدیث کو شریح بن نعمان کے واسطے سے ابن وہب سے اس طرح بیان کیا ہے۔ اس واقعہ کو بیان کرنے والے عبید بن تعلیٰ طائی فلسطینی ہیں اور ان کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ وہ صدوق من الثالثہ ہیں۔ (التقریب: ٧٩٠٦) اور دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: امام نسائی نے انہیں ثقہ کہا اور ابن حبان نے انہیں الثقات میں ذکر کیا ہے۔ امام ابن مدینیؒ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ جس نے اس سند میں سے بکیر کے والد کا واسطہ گرایا ہے، وہ محمد بن اسحٰق ہیں اور یہ روایت منقطع ہے اور کہا کہ یہ اسناد حسن ہے سوائے اس کے کہ عبید بن تعلیٰ نے احادیث کی سماعت نہیں کر رکھی ہے اور ان کی اس روایت کو بکیر بن اشج کی ان سے روایت نے مضبوط کر دیا کہ وہ صاحب حدیث ہیں اور ہم اس سے ابوایوب انصاریؓ کی اس حدیث کے علاوہ کوئی دوسری حدیث نہیں جانتے اور عبدالحمید بن جعفر نے اس روایت کو سند سے بیان کیا ہے اور اسے عمدہ قرار دیا (التہذیب: ٧/٦١)

محدثین نے اس حدیث کو دو سندوں سے بیان کیا ہے: ایک سند میں بکیر بن اشج اور ابن تعلیٰ کے درمیان عن ابیہ کا واسطہ ہے اور دوسری سندوں میں یہ واسطہ نہیں ہے۔ امام سعید بن منصور، امام احمد بن حنبل اور ابن حبان وغیرہ نے ابن وہب کے واسطے سے عن ابیہ کا ذکر نہیں کیا ہے۔ نیز امام محمد بن اسحٰق نے اس روایت کو دونوں طرح سے روایت کیا ہے۔ لہٰذا یہ روایت عن بکیر عن ابن تعلیٰ بھی درست ہے کیونکہ بکیر نے بعض صحابہ کرام سے بھی حدیث کا سماع کیا ہے چنانچہ ابن حبان میں یہ الفاظ موجود ہیں: **عن بكير بن الاشج عن عبيد بن تعلى سمعه يقول سمعت ابا ايوب الانصاری (٥٥٨٠)**

جس سے ثابت ہوا کہ یہ سند صحیح و متصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ شعیب ارناؤط نے صحیح

ابن حبان کی تحقیق میں اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ نیز حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے کیونکہ دوسرے محدثین بھی اسے بغیر واسطے کے روایت کرتے ہیں، لہٰذا یہ روایت منقطع نہیں ہے۔

اس وضاحت سے کئی باتیں ثابت ہوئیں:

(۱) قسطنطنیہ پر ان حملوں کے دوران پوری جماعت پر عبدالرحمٰن بن خالد بن الولیدؓ امیر تھے اور اہل شام پر فضالہ بن عبیدؓ اور اہل مصر پر عقبہ بن عامر جہنیؓ امیر تھے۔

(۲) شروع کے حملوں یا اول جیش میں یزید بن معاویہ شامل نہ تھے کیونکہ یہ واقعات ۴۴ھ، ۴۵ھ اور ۴۶ھ کے دوران پیش آئے تھے اور یہ حملے یزید بن معاویہ کے ۴۹ھ کے حملے سے پہلے ہوئے تھے کیونکہ سیدنا عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید ۴۶ھ میں شہید ہو گئے تھے اور اس غزوہ میں بھی سیدنا ابوایوب انصاریؓ، سیدنا عبدالرحمٰن بن خالدؓ کے ساتھ شریک تھے جیسا کہ وہ دوسرے امیروں کے ہمراہ بھی جہادی مہمات میں شریک ہوئے تھے اور پھر وہ آخری معرکہ میں یزید بن معاویہ کے ساتھ بھی شریک ہوئے اور پھر اسی حملہ کے دوران بیمار ہو کر انہوں نے وفات پائی تھی، جس کی تفصیل اوپر بیان ہو چکی ہے۔

قسطنطنیہ پر سیدنا سفیان بن عوفؓ کا حملہ

الاستاد حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

''یزید بن معاویہؓ کے آخری حملہ سے پہلے قسطنطنیہ پر سابقہ حملوں کے علاوہ ایک اور حملہ بھی ہوا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

واستعمل معاوية سفيان بن عوف على الصوائف وكان يعظمه

''اور معاویہؓ نے سفیان بن عوفؓ کو قسطنطنیہ پر صیفی (موسم گرما کے) حملوں میں امیر بنایا اور آپ ان کی تعظیم کرتے تھے۔'' (الاصابۃ: ج ۲/ص ۵۶)

محمد خضیری کی محاضرات الامم الاسلامیۃ میں ہے:

" وفى ٤٨ ه جهز معاوية جيشا عظيما الفتح قسطنطنية وكان على الجيش سفيان بن عوف" (ج ۲/۱۱۴)

''اور ۴۸ھ میں معاویہؓ نے قسطنطنیہ کی فتح کے لئے ایک عظیم لشکر بھیجا جس کے امیر سیدنا سفیان بن عوفؓ تھے۔''

قسطنطنیہ پر آخری حملہ

سیدنا معاویہؓ کے دورِ حکومت میں قسطنطنیہ پر جو آخری حملہ ہوا تھا، اس لشکر کے سپہ سالار یزید بن معاویہ تھے اور اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس لشکر میں سیدنا ابوایوب انصاریؓ بھی شامل تھے جو اسی جہاد کے دوران وفات پا گئے تھے اور انہیں قسطنطنیہ کے دروازہ کے قریب دفن کیا گیا تھا اور اس کی تفصیل پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے۔ صحیح بخاری میں سیدنا محمود بن الربیعؓ کا بیان

ہے، وہ فرماتے ہیں:

"میں نے (نفل نماز کی جماعت والی یہ) حدیث ایک ایسی قوم کے سامنے بیان کی کہ جن میں رسول اللہ ﷺ کے صحابی (اور میزبان) سیدنا ابوایوب انصاریؓ بھی تھے اور انہوں نے اسی غزوہ کے دوران وفات پائی اور یزید بن معاویہ اس لشکر پر سالار تھے۔"

(صحیح بخاری: ۱۱۸۶)

معاویہؓ نے قسطنطنیہ پر جو لشکر کشی کی تھی، ان میں ایک لشکر سردیوں میں (شواتی) اور دوسرا گرمیوں میں (صوائف) حملہ آور ہوتا تھا۔ (البدایہ: ۸/ ۱۲۷) ان لشکروں میں الصائفۃ (اپریل ۶۷۲، تا ستمبر ۶۷۲ء) کا سالار یزید تھا۔ (دیکھئے خلافت معاویہ و یزید: ص ۴۳۵) اور عام کتب تاریخ" (ماہنامہ الحدیث، حضرو: شمارہ نمبر ۶، ص ۹)

پاک و ہند میں یزید کے جنتی ہونیکا نظریہ کس نے پیش کیا؟

یزید بن معاویہ کے جنتی ہونے کا نظریہ پاک و ہند میں سب سے پہلے محمود احمد عباسی نے پیش کیا۔ یہ شخص کٹر ناصبی عقائد کا حامل تھا اور اس نے اپنی کتاب 'خلافتِ معاویہ و یزید' اس زمانے میں تحریر کی کہ جب وہ چینی سفارتخانہ میں ملازم تھا۔ میں بھی جب اس کی اس تحقیق جدید سے متاثر ہوا تھا تو اس سے ملاقات کے لئے اس کے گھر گیا اور میں نے دورانِ گفتگو اس سے کہا کہ آپ نے سیدنا حسینؓ کے سر کے متعلق لکھا ہے کہ اس کے متعلق تمام روایات وضعی ہیں جبکہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حسینؓ کا سر مبارک ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔ عباسی صاحب نے کہا: "ہاں! بخاری گدھے نے یہ بات لکھی ہے۔" (معاذ اللہ)

میں نے جب اس سے امام بخاریؒ کے متعلق یہ گستاخی سنی تو مجھے سخت صدمہ پہنچا اور عباسی

صاحب کی عقیدت کا سارا نشہ اسی وقت اتر گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے تحقیق کی توفیق عنایت فرمائی۔ وللہ الحمد۔ یہ بات اندازاً ۱۹۷۲ء کی ہے۔

دراصل محمود احمد عباسی نے یہ سب کچھ تحقیق کے نام سے پیش کیا تھا جس سے عام تعلیم یافتہ طبقہ کافی متاثر ہوا اور بعض علماء کرام بھی ان کی تحقیق سے متاثر ہو کر ان کے دامن گرفتہ ہوگئے اور پھر ان کی تحقیق ایسی بلند ہوئی کہ اس نے صحیح بخاری پر بھی ہاتھ صاف کر دیا جیسا کہ جناب حبیب الرحمٰن کاندھلوی نے 'مذہبی داستانیں' لکھی اور جناب محمد عظیم الدین صدیقی صاحب نے اپنی کتاب 'حیات سیدنا یزید' میں یہ کارنامہ انجام دیا ہے۔ ان حضرات نے اپنی کتب میں سیدنا علیؓ اور خاندان اہل بیت رسول اللہ ﷺ سے بغض وعداوت کا کھل کر اظہار کر کے اپنے چھپے ہوئے گندے ناصبی عقیدہ کو بھی ظاہر کیا۔ ایک طرف یہ سیدنا علیؓ کی خامیاں نکالتے ہیں اور دوسری طرف یزید کو 'سیدنا' یزید اور 'رحمتہ اللہ علیہ' لکھتے ہیں۔

ان حضرات نے صحیح بخاری کی 'اول جیش' والی روایت کو بنیاد بنا کر یزید کو پہلے جنتی ثابت کیا اور پھر اس کے سیاہ کارناموں مثلاً قتلِ حسینؓ، واقعہ حرہ اور خانہ کعبہ پر حملہ وغیرہ کو چھپانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے، حالانکہ یزید بن معاویہ کے عہدِ خلافت میں سیدنا حسینؓ اور ان کے خاندان کا قتل ایک زبردست المیہ ہے اور جس سے اسے عہدہ برآ قرار نہیں دیا جا سکتا ہے اور پھر مدینہ منورہ پر شامی فوج کا حملہ اور مدینہ طیبہ کو تاخت و تاراج کرنا، صحابہ کرامؓ اور تابعین کا قتل عام اور مدینہ والوں کو خوفزدہ کرنا جس کے متعلق بہت سی احادیثِ صحیحہ موجود ہیں جن میں اہلِ مدینہ کو خوفزدہ کرنے والوں کو ڈرایا گیا ہے۔ اسی طرح حرم شریف اور خانہ کعبہ پر حملہ وغیرہ! یہ خلافت یزید کے وہ سیاہ کارنامے ہیں کہ جنہیں آج تک امتِ مسلمہ فراموش نہیں کر سکی اور ان میں حصہ لینے والوں میں سے اگر کسی نے حدیث بھی بیان کی ہے تو اس کی حدیث کو اس کے اس سیاہ کارناموں کی وجہ سے رد کر دیا جاتا ہے اور جس کی تفصیل آئندہ پیش کی جائے گی۔ منکرینِ حدیث کا عباسی ٹولہ ایک طرف تو اول جیش والی روایت کو دلیل کے طور پر پیش کرتا ہے اور اس کی

غلط تاویل وتفسیر بیان کر کے اپنے ممدوح امام یزید کے تقدس کے گیت گاتا ہے اور اسے جنتی قرار دیتا ہے اور دوسری طرف سیدنا علیؓ اور سیدنا حسینؓ کی فضیلت میں وارد شدہ بخاری وغیرہ کی بے شمار احادیث صحیحہ کا وہ انکار کرتا ہے اور انہیں جھٹلاتا ہے اور ان حضرات میں بے شمار خرابیاں اور نقائص پیدا کر کے دکھاتا ہے۔ گویا ان کے ظن کے مطابق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے لوگوں کو ان کے متعلق غلط اطلاعات دی ہیں (نعوذ باللہ من ذلک) حالانکہ ان حضرات سے محبت کرنا ایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض وعداوت رکھنا نفاق کی علامت ہے۔ **بئسما یأمرکم بہ ایمانکم ان کنتم صادقین**۔ دراصل ان لوگوں نے بخاری کی حدیث کو صرف اپنے مطلب برآری کیلئے استعمال کیا ہے ورنہ یہ لوگ منکرین حدیث ہیں اور بخاری تو کیا یہ کسی بھی حدیث کو تسلیم نہیں کرتے۔

میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کیلئے سیدنا علیؓ، سیدنا حسینؓ، تمام صحابہ کرامؓ اور تمام صالحینِ امت سے بے پناہ محبت کرتا ہوں اور میری اللہ تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ ''اے اللہ! میرا حشر قیامت کے دن سیدنا علیؓ، سیدنا حسینؓ، تمام صحابہ کرامؓ اور تمام صالحینِ امت کے ساتھ فرما اور ان کی محبت کو میرے لئے دنیا اور آخرت کا سرمایہ بنادے۔ اور جو لوگ یزید سے محبت کرتے ہیں وہ یہ دعا کریں کہ اللہ ان کا حشر یزید بن معاویہ، ابن زیاد اور حجاج بن یوسف وغیرہم کے ساتھ فرمادے (آمین یارب العالمین)

محمود احمد عباسی صاحب ایک طرف تو امام طبری کو شیعہ مورخ قرار دیتے ہیں لیکن دوسری طرف اپنی پوری کتاب خلافت معاویہ ویزید کو ان کے حوالوں سے بھی بھر رکھا ہے، یہ کیسی دورنگی اور کیسی منافقت ہے؟ سمجھ میں نہیں آتا۔ جب آپ کے نزدیک شیعہ کا قول قابل حجت ہی نہیں تو پھر ان کے حوالے دینے کا کیا مطلب؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وقولو اقولا سدیدا**۔ اور ٹھیک، سیدھی (اور سچی) بات کہو۔ (الاحزاب آیت ۷۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''لشکر قسطنطنیہ اور امارت یزید کا مسئلہ'' کا ایک جائزہ

(حصہ دوم)

ماہنامہ محدث لاہور شمارہ جنوری 2010ء میں میرا ایک مضمون ''کیا یزید بن معاویہ فوج مغفور لہم کا سپہ سالار تھا؟'' شائع ہوا تھا، جس کا جواب محترم فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالولی حقانی صاحب نے ''لشکر قسطنطنیہ اور امارت یزید کا مسئلہ'' کے عنوان سے لکھا۔ (دیکھئے ماہنامہ محدث لاہور اپریل 2010ء) موصوف نے ترجمہ کی کچھ غلطیوں کی نشاندہی کی ہے جس کے لئے میں ان کا شکر گزار ہوں جزاہ اللہ خیرا فاحسن الجزاء۔ البتہ جہاں تک میرے دعویٰ کا تعلق ہے تو میں نے ناقابل تردید دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یزید بن معاویہ اول جیش میں شامل نہیں تھا بلکہ سیدنا معاویہؓ کے دور میں ہونے والے جہادِ قسطنطنیہ کے بالکل آخری لشکر کا وہ سپہ سالار تھا، اور اس سلسلہ میں صحیح بخاری سے یزید بن معاویہ کے سپہ سالار ہونے کا جو ثبوت پیش کیا جاتا ہے، اسی روایت سے ہی یہ ثابت ہو گیا ہے کہ یزید بن معاویہ کا لشکر جہادِ قسطنطنیہ کے سلسلہ کا بالکل آخری لشکر تھا، چنانچہ اس روایت کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

قال محمود بن الربیع: فحد ثتها قوما فیهم ابو ایوب صاحب رسول الله ﷺ فی غزوته التی توفی فیها ویزید بن معاویه علیهم با رض الروم

سیدنا محمود بن الربیعؓ بیان کرتے ہیں کہ ''میں نے (نفل کی جماعت کی یہ) حدیث ایک

ایسی قوم کے سامنے بیان کی کہ جن میں رسول ﷺ کے صحابی (اور میزبان) سیدنا ابوایوب انصاریؓ بھی تھے اور انہوں نے اسی غزوہ میں وفات پائی اور یزید بن معاویہ اس لشکر پر سالار تھے۔" (صحیح بخاری: کتاب التہجد، باب ۳۶، صلاۃ النوافل جماعۃ، ح:۱۱۸۶)

یزید بن معاویہ سے پہلے قسطنطنیہ پر کئی حملے ہو چکے تھے، جیسا کہ میں نے دلائل کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے اور یزید بن معاویہ کا یہ حملہ بالکل آخری حملہ تھا اور سیدنا ابوایوب انصاریؓ جو قسطنطنیہ پر کئی حملوں میں شریک رہے بالخصوص سیدنا عبدالرحمٰن بن خالد بن الولیدؒ کے ساتھ ان کی شرکت جو سورج کی طرح روشن ہے۔ پھر وہ اس آخری حملہ میں شریک رہ کر اللہ تعالیٰ کو پیارے بھی ہو گئے۔

واضح رہے کہ قسطنطنیہ پر سب سے پہلا حملہ ۳۲ھ میں مضیق قسطنطنیہ کے بعد کیا گیا تھا اور جس کی تفصیل حصہ سوم میں ذکر کی گئی ہے۔

موصوف نے جو چند ایک اعتراضات کر کے میرے مؤقف کو کمزور بنانے کی کوشش کی ہے تو حقیقت یہ ہے کہ وہ کوئی ایسا بنیادی اعتراض پیش ہی نہیں کر سکے ہیں کہ جس سے میرے مؤقف کا غلط ہونا ثابت ہوتا ہو۔ موصوف نے زیادہ تر کوشش غلطیاں نکالنے میں صرف کی ہے، بہر حال موصوف کے اعتراضات نقل کر کے ان کے جوابات پیش کئے جا رہے ہیں تا کہ اہل علم ان باتوں پر سنجیدگی سے غور کر سکیں۔

واضح رہے کہ اس مضمون میں اصل دلائل وہ ہیں کہ جو صحیح سندوں سے ثابت شدہ ہیں اور تاریخی واقعات اور سلف صالحین کی عبارات صرف تائید کے لئے نقل کی گئی ہیں۔ نیز ایسے واقعات بھی کہ جو اسلامی تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں اور جو کسی اصول اور صحیح روایات سے متصادم نہیں ہیں تو ان کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح وہ عبارات بھی جو چاہے کسی کا بھی قول ہو اگر وہ صحیح روایات سے متصادم ہیں تو اسے اجتہادی غلطی پر محمول کیا جائے گا۔

موصوف نے سیدنا معاویہؓ کے پہلے حملہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ روایات بے سند، منقطع اور نا قابل حجت ہیں۔ واضح رہے کہ مؤرخین جنہوں نے مضیق القسطنطنیۃ پر ۳۲ھ میں معاویہؓ کے حملے کا ذکر کیا ہے اور پورے جزم کے ساتھ اس بات کو ذکر کیا ہے اور ہر مؤرخ اس بات کو بیان کرتا ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ کے علاوہ حافظ ذہبیؒ اور ابن جوزیؒ نے بھی اس حملہ کا ذکر کیا ہے۔ علاوہ ازیں موصوف کا یہ بھی اعتراض ہے کہ مضیق القسطنطنیہ اور قسطنطنیہ دو الگ الگ مقامات ہیں، جبکہ میں نے نقل کیا تھا کہ حافظ ذہبیؒ نے لکھا ہے۔

فیھا کانت وقعة المضیق بالقرب من القسطنطنیة و امیر ھا معاویه ۔ (تاریخ الاسلام، عہد خلفاء راشدین: ص ۳۷۱) ''اس سن میں مضیق کا واقعہ پیش آیا جو کہ قسطنطنیہ کے قریب ہے اور اس لشکر کے امیر معاویہؓ تھے''۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ مضیق پر حملہ دراصل قسطنطنیہ ہی پر حملہ تھا یا یوں سمجھ لیں کہ یہ حملہ قسطنطنیہ پر حملے کا مقدمہ تھا۔ اور بعد میں قسطنطنیہ پر بھی حملے کئے گئے تھے۔

موصوف نے ایک اعتراض یہ بھی کیا ہے: ''دوسری بات یہ ہے کہ یہاں پر دعویٰ خاص ہے اور دلیل عام یعنی دعویٰ قسطنطنیہ پر حملہ اور دلیل میں بلادِ روم پر چڑھائی کا ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ ذکر عام سے خاص کا ثبوت کیسے ہوتا ہے''؟ (ص ۴۸) حالانکہ یہ عبارت بالکل واضح ہے، ملاحظہ فرمائیں: ''اور ۳۲ھ میں سیدنا معاویہؓ نے بلادِ روم پر چڑھائی کی یہاں تک کہ وہ خلیج قسطنطنیہ تک پہنچ گئے'' اس عبارت میں خلیج قسطنطنیہ کے الفاظ بالکل واضح ہیں بلکہ بلادِ روم کی شرح اور تشریح ہیں۔ معلوم نہیں کہ موصوف نے ایک عام سی عبارت کو سمجھنے میں بھی اتنی زبردست غلطی کیسے کی؟ موصوف دوسرے مقام پر بھی لکھتے ہیں:

''اور حملہ یہاں پر بھی ارضِ روم پر ہے، قسطنطنیہ کا ذکر ہی نہیں۔'' (ص:۵۱)

اگر موصوف کا اصول یہی ہے تو پھر ''اول جیش'' والی روایت سے بھی قسطنطنیہ کے نام کا ثبوت مہیا نہیں ہوتا کیونکہ اس حدیث کے الفاظ ہیں: ''مدینۃ قیصر'' یعنی قیصر روم کا شہر یہاں بھی موصوف کے قاعدہ کے مطابق دلیل عام ہے جبکہ موصوف کا دعویٰ خاص ہے اور دعویٰ اور دلیل میں مطابقت ثابت نہیں ہوئی۔ نیز موصوف بخاری کی جس روایت سے یزید بن معاویہ کا قسطنطنیہ میں شریک ہونا ثابت کرتے ہیں اس روایت میں بھی قسطنطنیہ کے بجائے ارضِ روم ہی کے الفاظ ذکر کیے گئے ہیں، چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

ویزید بن معاویة علیهم بارض الروم (بخاری 1186)...... ''اور یزید بن معاویہ ان پر ارضِ روم میں امیر تھے''۔ اس روایت سے بھی واضح ہوا کہ ارضِ روم سے مراد قسطنطنیہ ہی ہے کیونکہ اسی غزوہ میں سیدنا ابوایوب انصاریؓ نے وفات پائی تھی اور اسی روایت کے بل بوتے پر موصوف نے بھی یزید بن معاویہ کے اول جیش میں شریک ہونے کا دعویٰ کیا ہے لیکن موصوف ہی کے اصول کے مطابق یہاں دعویٰ اور دلیل میں مطابقت ثابت نہیں ہو رہی ہے۔ دعویٰ تو یہ تھا کہ یزید قسطنطنیہ کی جنگ میں شریک تھا جب کہ دلیل کے طور پر جو روایت پیش کی گئی ہے اس میں قسطنطنیہ کے بجائے ارضِ روم کے الفاظ آئے ہیں۔ لہٰذا اس طریقہ استدلال کے مطابق اس روایت سے یزید بن معاویہ کا قسطنطنیہ کی جنگ میں شریک ہونا محل نظر ہو جاتا ہے۔ امید ہے کہ موصوف اس نکتہ پر بھی غور وخوض فرمائیں گے۔

موصوف نے معاویہؓ کے ۳۲ھ میں مضیق القسطنطنیہ پر حملہ کرنے والی روایت کو بے سند اور منقطع قرار دے کر رد کیا ہے ہم موصوف کے اس موقف کو رد نہیں کرتے بلکہ ان کو اس کا مکمل اختیار حاصل ہے کہ وہ ایسا موقف اختیار کریں اور ہر جگہ اس موقف پر سختی سے کاربند بھی رہیں۔ کیونکہ اگر یہ روایت کسی اصول یا کسی صحیح حدیث کے خلاف ہے تو اسے رد کر دینا

چاہئے۔البتہ اگر اس روایت کی تائید کسی صحیح روایت سے ہو جائے اور جو روایت کے مضمون کی تقویت کا سبب بن جائے، تو پھر یہ روایت قوی ہو جائے گی، چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

حدثنا حفص بن عمرا لنمری، حدثنا شعبة عن ابی الفیض ، عن سلیم بن عامر رجل من حمیر قال کان معاویة وبین الروم عهد و کان یسیر نحو بلادهم، حتی اذا انقضی العهد غزاهم، فجاء رجل علی فرس او برذون وهو یقول: الله اکبر ، الله اکبر ، وفاء لاغدر فنظر وا فاذاعمر و ابن عبسة فأرسل الیه معاویة فسأله فقال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: ”من کان بینه و بین قوم عهد فلا یشد عقدة ولا یحلها حتی ینقضی امدها، اوینبذ الیهم علی سواء“ فرجع معاویة.

سلیم بن عامرؒ سے روایت ہے اور یہ قبیلہ حمیر سے تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا معاویہؓ اور رومیوں کے درمیان معاہدہ (صلح وامن) ہو چکا تھا (معاویہؓ ان ایام میں) ان کے علاقوں کی طرف کوچ کر رہے تھے تاکہ جونہی معاہدہ کی مدت ختم ہو (اچانک) ان پر چڑھائی کر دیں۔پس (اس دوران) عربی گھوڑے یا ترکی گھوڑے پر سوار ایک شخص ان کی طرف آیا۔وہ اللہ اکبر، اللہ اکبر، وفاداری ہو، غدر نہیں، پکارتا آ رہا تھا۔لوگوں نے دیکھا تو وہ صحابی رسول ﷺ، سیدنا عمرو بن عبسہؓ تھے۔معاویہؓ نے انہیں بلوایا اور پوچھا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے ”جس کا دوسری قوم سے کوئی معاہدہ ہو تو وہ اس وقت تک کوئی نیا معاہدہ نہ کرے اور نہ اسے ختم کرے جب تک کہ پہلے معاہدہ کی مدت باقی ہو یا برابری کی سطح پر اسے توڑنے کا اعلان کر دے۔“ پس (یہ سن کر) معاویہؓ لوٹ آئے۔“ (سنن ابوداؤد (۲۷۵۹)، الترمذی (۱۵۸۰) ، مسند احمد ۴/۱۱۱، ۱۱۳، الطیالسی (۱۱۵۰)۔ترمذی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: فرجع معاویة بالناس۔پس معاویہؓ لوگوں (

فوج) کے ساتھ (وہاں سے) لوٹ آئے۔

مسند احمد کی روایت میں شروع کے الفاظ اس طرح ہیں: کان معاویۃ یسیر بارض الروم۔ معاویہؓ (حملہ کرنے کی غرض سے) ارض روم کی طرف کوچ کررہے تھے۔

اس حدیث میں معاویہؓ کے ارضِ روم پر حملہ کرنے کی تیاریوں کا ذکر ہے اور جس صحابی نے اس موقع پر حدیث بیان فرمائی ان کا اسم گرامی سیدنا عمرو بن عبسہؓ ہے۔ یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ ایمان لانے والوں میں ان کا نمبر چوتھا یا پانچواں ہے۔ انہوں نے بعد میں شام میں سکونت اختیار کرلی تھی اور ان کی وفات بقول حافظؒ کے سیدنا عثمانؓ کے دورِ خلافت کے آخر میں حمص میں ہوئی۔ دیکھئے تہذیب التہذیب: ج 8 ص 69، الاصابۃ: ج 4 ص 546، الموسوعۃ الحدیثیۃ: ج 28: ص: 627 اس روایت کے مطالعہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سیدنا معاویہؓ خلیجِ قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کے بعد اب قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کا ارادہ فرمارہے تھے۔ اور ان کے اپنے دورِ خلافت میں بھی زیادہ تر زور قسطنطنیہ کو فتح کرنے پر رہا ہے۔ جیسا کہ عبدالرحمٰن بن خالد بن الولیدؒ، عقبہ بن عامرؓ (مصریوں کے امیر) اور فضالہ بن عبیدؓ (شامیوں کے امیر) کے قسطنطنیہ پر حملوں سے ظاہر ہوتا ہے اور ان کے حملے بھی طویل عرصہ تک جاری رہے۔ نیز دیگر صحابہ کرام کے حملوں کا ذکر بھی احادیث اور تاریخ کی کتب میں موجود ہے، جس میں سے سب سے آخری حملہ یزید بن معاویہ کا تھا۔ تفصیل حصہ اول میں موجود ہے۔ عمرو بن عبسہؓ کی روایت واضح کررہی ہے کہ معاویہؓ پر ارض روم کے مختلف شہروں اور قسطنطنیہ کو فتح کرنے کی دُھن سوار تھی۔ لہٰذا وہ عثمانؓ کے دور خلافت ہی سے اس کے لئے کوشاں تھے لیکن قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کی یہ سعادت اللہ تعالیٰ نے کس کی قسمت میں رکھی تھی؟ یہ کسی کو معلوم نہیں تھا چنانچہ ۳۲ ہجری میں یہ سعادت حاصل کرنیوالے سیدنا المنذر بن زبیرؓ تھے (جس کی تفصیل حصہ سوم میں بیان کی گئی ہے) اور یزید

کی عمر تو اس وقت بالکل ہی کم تھی۔ لہٰذا اسے زبردستی ان حملوں میں شامل کرنا درست بات نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کا حملہ سفیان بن عوفؓ کے حملے کے بھی ایک سال بعد ہوا ہے۔ فاعتبروا یااولی الابصار

الشیخ عبدالولی حقانی صاحب سیدنا عبدالرحمٰن بن خالد بن الولیدؓ کی روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

☆ دامانوی صاحب قسطنطنیہ پر چوتھا حملہ سیدنا عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید کے زیر امارت ہونا بیان کرتے ہوئے اس کے تحت سنن ابوداؤد کی اسلم ابوعمران والی روایت ذکر کرتے ہیں، جس میں ہے: **"وعلی الجماعة عبدالرحمن بن خالد بن الولید"** ''جماعت پر عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید امیر تھے۔''

اسی روایت میں ابوعمران یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ

" فلم یزل ابو ایوب یجاهد فی سبیل الله حتی دفن بالقسطنطنیة".

'پس ابوایوب مسلسل (بغیر کسی انقطاع کے) اللہ کے راستے میں جہاد کرتے رہے یہاں تک قسطنطنیہ میں دفن ہوئے۔''

اس روایت سے یہ پتا چل رہا ہے کہ عبدالرحمٰن بن خالد جب جماعت پر امیر تھے، یہ غزوہ جاری رہا اور ابوایوب انصاریؓ اس میں وفات پا گئے۔ جبکہ صحیح بخاری کی محمود بن ربیع والی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

فحد ثتها قوما فیهم ابو ایوب صاحب رسول الله ﷺ فی غزوته التی

'توفی فیها ویزید بن معاویة علیهم بارض الروم(صحیح بخاری:۱/۱۵۸)

"پس میں نے یہ حدیث ایسے لوگوں کو بیان کی جن میں رسول اللہ ﷺ کے صحابی ابو ایوب بھی تھے۔ اس غزوہ میں جن میں وہ وفات پا گئے اور یزید بن معاویہ ان پر امیر تھے۔"

یہاں پر یہ بات قابل غور ہے کہ اسلم ابوعمران کی روایت میں بھی ابوایوب کی وفات کا ذکر ہے اور اس حدیث محمود بن ربیع میں بھی ان کی وفات کا ذکر ہے۔ عبدالرحمٰن بن خالد کی امارت والے غزوہ میں ان کی عدم واپسی اور مسلسل جہاد اور پھر وفات ثابت ہے اور اس حدیث میں بھی۔ لہٰذا یہ دونوں روایات ایک ہی غزوے یا واقعہ کے متعلق ہیں۔ اب رہ گئی یہ بات کہ عبدالرحمٰن بن خالد بھی امیر ہیں اور یزید بن معاویہ بھی تو اس میں منافات نہیں بلکہ تطبیق ممکن ہے۔ چونکہ یہ نہایت اہم غزوہ ہے، اس بنا پر سیدنا معاویہؓ نے اس کے لئے بہت بڑا لشکر بھیجا تھا اور اہل مصر کی جماعت پر عقبہ بن عامر امیر تھے، اہل شام کی جماعت پر فضالہ بن عبید اور مدینہ سے آنیوالی جماعت پر عبدالرحمٰن بن خالد امیر تھے جبکہ تمام لوگوں پر یزید بن معاویہ امیر تھے۔

اس تطبیق سے اس اشکال کا حل بھی نکل آتا ہے کہ جامع ترمذی کی روایت میں وعلی الجماعۃ فضالۃ بن عبید "جماعت پر فضالہ بن عبید امیر تھے۔" کے الفاظ آئے ہیں اور دامانوی صاحب یا ان کے استاذ صاحب نے ان الفاظ کو وہم قرار دیا ہے، کیونکہ وعلی الجماعۃ فضالۃ بن عبید اور وعلی اہل الشام فضالۃ بن عبید میں کوئی فرق نہیں ہے، کیونکہ الجماعۃ سے مراد اہل شام ہی کی جماعت ہے اور عبدالرحمٰن بن خالد بھی الجماعۃ پر امیر تھے، لیکن وہ الجماعۃ جو مدینہ سے نکلی تھی جیسا کہ اسلم ابوعمران کے الفاظ اس کی تائید کرتے ہیں۔

غزونا من المدینۃ نرید القسطنطنیۃ سے پتا چلا کہ ہم مدینہ سے جہاد کے لئے قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوئے اور الجماعۃ پر عبدالرحمٰن بن خالد امیر تھے، یعنی وہ جماعت جو مدینہ سے نکلی تھی۔ یہی بات دکتور صلابی نے اپنی کتاب میں لکھی ہے:

''یعنی الجماعۃ الذین غزوا من المدینۃ یعنی وہ جماعت جو مدینے سے جہاد کے لئے نکلی تھی، جبکہ قائد عام یزید بن معاویہ ہی تھے۔'' (الدولۃ الامویۃ: ۲/۳۶)

دامانوی صاحب کی ''اس وضاحت سے کئی باتیں ثابت ہوئیں'' کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

''قسطنطنیہ پر ان حملوں کے دوران پوری جماعت پر عبدالرحمٰن بن خالد امیر تھے۔'' (ص ۷۰)

حالانکہ اس کی انہوں نے کوئی صریح دلیل پیش نہیں کی۔ پھر لکھتے ہیں:

''شروع کے حملوں میں یا اول جیش میں یزید بن معاویہ شامل نہیں تھے، کیونکہ یہ واقعات ۴۴ھ ۴۵ھ ۴۶ھ کے دوران پیش آئے تھے اور یہ حملے یزید بن معاویہ کے ۴۹ھ کے حملے سے پہلے ہوئے تھے۔'' (ص ۷۱)

تو عرض یہ ہے کہ دامانوی صاحب اپنے ان دعووں پر کوئی قابل اعتبار صحیح اور متصل سند والی کوئی روایت پیش کریں، کیونکہ ان کے بقول ''بے سند روایت کا وجود اور عدم وجود برابر ہے۔'' (محدث ص ۵۰ تا ۵۳)

الجواب بعون الوہاب

قسطنطنیہ پر ایک حملہ سیدنا عبدالرحمٰن بن خالد بن الولیدؓ کے زیر امارت بھی ہوا تھا اور یہ حملہ یزید بن معاویہ کے حملہ سے بھی بہت پہلے ہوا تھا کیونکہ مؤرخین نے ان حملوں کو ۴۴ھ، ۴۵ھ اور ۴۶ھ میں ہونا قرار دیا ہے اور ۴۶ھ ہی میں عبدالرحمٰن بن خالد بن الولیدؓ کو زہر دے دیا گیا تھا جس کی وجہ سے وہ شہادت کے مرتبہ پر فائز ہو گئے تھے اور یہی اس بات کی قوی دلیل ہے کہ عبدالرحمٰنؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے حملے یزید کے حملہ سے بہت پہلے ہوئے تھے۔ ورنہ پھر یہ واضح کیا جائے کہ عبدالرحمٰنؓ کی وفات کب ہوئی تھی؟ جبکہ یزید بن معاویہ کے حملے کا آغاز ۴۹ھ میں ہوا تھا اور جس کا ناصبیوں کو بھی اعتراف ہے اور اسی غزوہ میں غزا کرتے ہوئے ابوایوب انصاریؓ ۵۲ھ میں وفات پا کر قسطنطنیہ میں دفن ہوئے تھے اور صحیح ترین روایت میں ''وعلی اہل مصر عقبہ بن عامر الجہنی وعلی الجماعۃ عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید (تاریخ دمشق) کے الفاظ ہیں اور الجماعۃ یہاں معرفہ ذکر ہوا ہے، نکرہ نہیں ہے کہ اس سے یہ سمجھا جائے کہ کسی جماعت پر تو وہ امیر ہوں اور دوسری جماعت پر کوئی دوسرا امیر ہو۔ پھر عبدالرحمٰنؓ کے حملوں کے دوران یزید بن معاویہ کے کسی حملہ کا یا لشکر میں شامل ہونے کا کوئی ذکر ہی نہیں ملتا۔ جب عبدالرحمٰنؓ اور دیگر صحابہ کرام کے حملوں کے دوران یزید بن معایہ کے کسی حملے کا کوئی تذکرہ ہی کسی روایت میں موجود نہیں ہے تو موصوف خواہ مخواہ کھینچ تان کر یزید کو کس دلیل کی بنیاد پر اس میں شامل کرنا چاہتے ہیں موصوف نے غالباً قیاس کا سہارا لے کر یزید بن معاویہ کو اس غزوہ میں شریک کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ان کے پاس کوئی صریح نص موجود نہیں ہے، لیکن واضح رہے کہ موصوف کا یہ قیاس بھی قیاس مع الفارق ہے۔ اگر یزید قائد عام تھا اور اتنی بڑی ذمہ داری اس پر عائد تھی تو یہ عجیب معاملہ ہے کہ قائد

عام کا ذکر کسی ٹوٹی پھوٹی روایت میں بھی نہیں ہے۔ یہ واقعی بڑا ہی عجیب المیہ ہے کہ جس کا جواب موصوف ہی کے ذمہ ہے؟ اور اگر موصوف کا یہ دعویٰ بھی مان لیا جائے کہ مدینہ والوں پر عبدالرحمٰنؓ اور مصر والوں پر عقبہ بن عامرؓ اور شام والوں پر فضالہ بن عبیدؓ امیر تھے تو اس دعویٰ کو تسلیم کر لینے کے بعد بھی یزید بن معاویہ کی امارت کسی لشکر پر ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اہل شام پر جب فضالہ بن عبیدؓ امیر ہیں تو پھر یزید کس لشکر کا امیر ہے؟ ہاں اگر اسے آخری لشکر کا امیر مان لیا جائے کہ جس میں ابوایوبؓ کی وفات ہوئی تھی تو اس طرح تمام روایات میں تطبیق ہوجاتی ہے اور جہاد کا سلسلہ کچھ عرصہ تک مزید جاری وساری ہوجاتا ہے۔ موصوف نے مندرجہ ذیل الفاظ سے بھی اپنا مدعا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے:

''پس ابوایوبؓ مسلسل (بغیر کسی انقطاع کے) اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ قسطنطنیہ میں دفن ہوئے۔''

ان الفاظ سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ وہ مختلف امیروں کے ماتحت قسطنطنیہ میں اور دیگر مقامات پر جہاد کرتے رہے ہیں اور ایک مرتبہ وہ کسی نوجوان سپہ سالار کی وجہ سے ایک سال جہاد سے پیچھے بھی رہ گئے تھے، دیکھئے محدث ماہ جنوری 2010ء ص ۵۶۔ اور جہاد میں اس انقطاع کے باوجود بھی وہ مسلسل جہاد کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ آخری سپہ سالار یزید بن معاویہ کی امارت میں آخر کار وہ وفات پاگئے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ ابوایوب انصاریؓ کو مختلف امیروں کے ماتحت جہاد کرنا پڑا۔ موصوف نے عبدالرحمٰن بن خالد بن الولیدؒ کے حملوں کے دوران ابو ایوب انصاریؓ کی وفات کا بھی ذکر کر دیا ہے۔ حالانکہ عبدالرحمٰنؒ قسطنطنیہ کے معرکہ میں تین سال متواتر مصروف رہ کر ۴۶ھ میں حمص میں وفات پاگئے تھے۔ جبکہ ابوایوب انصاریؓ ان کی وفات کے کئی سال بعد کہیں ۵۲ھ میں یزید بن معاویہ کے معرکہ کے دوران وفات پائی تھی۔ لگتا ہے کہ موصوف اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتے ہوئے کسی نہ کسی طرح سے اپنی بات

منوانے کے درپے ہیں۔ لیکن ان کی یہ تطبیق رجما بالغیب نظر آتی ہے اور اگر مؤرخین کے اندازوں کے مطابق یزید کا آخری معرکہ جو ۴۹ھ میں شروع ہوا تھا اور اسی معرکہ کے دوران ۵۲ھ میں جاکر ابوایوب انصاریؓ وفات پا گئے تھے تو اس طرح ان واقعات کی بالکل درست تطبیق بھی ہو جاتی ہے اور ان حقائق کا بھی انکار نہیں ہوتا۔

موصوف نے ابوعمرانؒ اور محمود بن الربیعؓ کے بیانات نقل کر کے تطبیق کے نام سے مغالطہ دینے کی بھی کوشش کی ہے اور پھر عبدالرحمٰن بن خالد بن الولیدؓ کے قسطنطنیہ پر حملے میں یزید بن معاویہ کو بغیر کسی دلیل کے زبردستی شامل کرنے کی پوری کوشش کی ہے بلکہ یزید کو قائد عام بنانے کی بھی بغیر کسی دلیل کے کوشش کی ہے۔ حالانکہ ابوعمرانؒ کا بیان ایک عام بیان ہے اور وہ ابو ایوب انصاریؓ کی زندگی کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''پس ابوایوبؓ مسلسل اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ قسطنطنیہ میں دفن ہوئے:

مسلسل جہاد کا مطلب یہ ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین اور معاویہؓ کے دور تک مسلسل جہاد فی سبیل اللہ میں مصروف رہے لیکن موصوف کا کمال ملاحظہ فرمایئے وہ ان کے جہاد کو عبدالرحمٰن بن خالد بن الولیدؓ اور یزید بن معاویہ تک محدود کرنا چاہتے ہیں اور جہاں تک محمود بن الربیعؓ کے بیان کا تعلق ہے تو وہ ایک جزوی واقعہ بیان کر رہے ہیں۔ اور وضو اور نفل کی با جماعت نماز کا ذکر کرتے ہوئے ابوایوب انصاریؓ کی موجودگی کا ذکر فرما رہے ہیں اور اسی غزوہ میں ان کی وفات کا بھی ذکر کر رہے ہیں۔ اس جماعت کو کھینچ تان کر عبدالرحمٰن بن خالدؓ کی جماعت کے ساتھ شامل کرنا کس دلیل کی بنیاد پر ہے؟ غالباً موصوف سے پہلے یہ نکتہ کسی نے بیان نہیں کیا۔ اس سلسلہ میں دکتور رصلابی کا حوالہ بھی دلیل سے خالی ہے بہر حال اہلِ علم کو ایسی کمزور اور بے بنیاد باتوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔

عبدالرحمٰن بن خالد بن الولیدؓ کے قسطنطنیہ پر حملہ کے وقت دوسرے صحابہ کرام اور امیروں کا ذکر بھی ان روایات میں موجود ہے یعنی عقبہ بن عامر الجہنیؓ جو اہل مصر پر امیر تھے اور اہل شام کے امیر فضالہ بن عبیدؓ تھے، لیکن یزید بن معاویہ کا اس موقع پر اشارتاً بھی کہیں ذکر موجود نہیں ہے جبکہ وہ بقول دکتور صلابي کے امیر عام تھا۔ معلوم نہیں کہ آخر یہ حضرات کیوں یزید کو زبردستی ان لشکروں پر مسلط کرنے کے لئے کوشاں ہیں؟ اور یزید سے اس اندھی اور بہری محبت کی آخر کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ کیا یزید کا مقام ان صحابہ کرام سے بھی بلند و بالا تھا کہ جسے واضح کرنے کے لئے یہ حضرات کوشاں اور بے قرار ہیں؟

بے خودی بے سبب نہیں غالب کچھ تو ہے کہ جس کی پردہ داری ہے

موصوف نے ابو عمرانؒ کے قول کو نقل کر کے اس سے اپنا مدعا کشید کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ اس میں یہ وضاحت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ نصیب فرمایا تو ابو ایوبؓ اور انصارِ مدینہ نے سوچا کہ اب ہمیں مدینہ میں رہ کر اپنے اموال کی خبر گیری اور اصلاح کی طرف بھی توجہ دینی چاہیئے جس پر سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۹۵ کا نزول ہوا اور جہاد کو چھوڑ کر دنیا کی طرف مشغول ہونے کو ہلاکت سے تعبیر کیا گیا اور پھر اس کی وضاحت کرتے ہوئے ابو عمران نے فرمایا: (یہی وجہ تھی کہ) سیدنا ابو ایوب انصاریؓ نبی ﷺ کے دور ہی سے مسلسل اللہ کی راہ میں جہاد ہی کرتے رہے یہاں تک وہ دفن بھی (جہاد کے دوران) قسطنطنیہ ہی میں ہوئے''۔ اور اس قول کو موصوف نے یزید کے غزوہ تک محدود کر دیا، یہ واقعی موصوف کا زبردست کمال ہے۔ یعنی نبی ﷺ، خلفاء راشدین اور معاویہؓ کے دور کے غزوات کو صرف یزید کے ایک غزوہ تک محدود کر دینا واقعی موصوف کا اتنا زبردست کمال ہے کہ اس کی جس قدر انہیں داد دی جائے وہ کم ہے۔

موصوف عربي ادب سے اچھی طرح واقف ہیں جس کا میں معترف ہوں، لیکن موصوف

تطبیق کے فن سے غالباً ناواقف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ہوائی فائر کر کے یزید کو تمام لشکروں پر مسلط کرنے کی کوشش کی ہے۔ واضح رہے کہ یہ تطبیق نہیں بلکہ کھلی تحریف ہے کیونکہ جب دلیل پلے نہیں ہوتی تو لوگ تحریف کا سہارا لیتے ہیں۔ بہر حال موصوف کو اپنے اس موقف پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے۔ کیا یزید کے کارناموں سے موصوف واقف نہیں؟ سیدنا حسینؓ اور ان کے اصحاب اور بقایا صحابہ کرام کے قاتل سے آخر انہیں اتنی شدید محبت کیوں ہے؟ تفصیل کے لئے میری کتاب یزید بن معاویہ کی شخصیت احادیث واقوال صحابہ کرام وسلفِ صالحین کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

موصوف نے بغیر کسی دلیل کے یزید بن معاویہ کو عبدالرحمٰن بن خالد بن الولیدؓ کے لشکر کے ساتھ نتھی کرنے کی سعی فرمائی ہے لیکن اس کی کوئی دلیل وہ پیش نہ کر سکے اور جو دلیل موصوف نے بیان کی ہے وہ صرف دکتور صلابی کی ذاتی رائے ہے۔

موصوف کا ضمیر انہیں اس دلیل پر یقیناً ملامت کر رہا ہوگا اگر واقعی موصوف کا ضمیر زندہ ہے اور موصوف نے مؤرخین کی تحقیق پر جو جرح فرمائی ہے اس پر وہ تحقیقی نظر ڈال کر اپنی دلیل کا اس سے مقابلہ فرمائیں تو صحیح حقیقت ان پر واضح ہو جائے گی۔

الحمدللہ! میں نے قابل اعتماد مواد پیش کر دیا ہے، جس کے جواب میں موصوف کوئی بھی واضح اور صریح روایت یزید بن معاویہ کے حق میں پیش نہیں کر سکے ہیں اور اس سلسلہ میں وہ اپنے آپ کو مسلسل بے بس پا رہے ہیں اور اس کا اندازہ ان کی اس آخری دلیل سے ہوتا ہے کہ جو انہوں نے دکتور صلابی کے حوالہ سے پیش کی ہے، چنانچہ موصوف دکتور صلابی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''یعنی الجماعة الذین غزوا من المدینة یعنی وہ جماعت جو مدینہ سے جہاد کے لئے نکلی تھی جبکہ قائد عام یزید بن معاویہ ہی تھے۔'' (الدولة الامویة: ۲/۳۶) صحیح حدیث سے ثابت ہے

جا چکا ہے کہ ''ہم مدینہ سے قسطنطنیہ کی طرف جہاد کے لئے نکلے اور الجماعۃ پر عبدالرحمٰن بن خالد بن الولیدؓ امیر تھے۔'' (ابوداود: ۲۵۱۲) اس صحیح حدیث سے دکتور صلابی کی رائے بالکل متصادم ہے لیکن صحیح روایت کے مقابلے میں موصوف نے دکتور صلابی کی رائے کو پسند کیا ہے اور اس پر وہ نازاں بھی ہیں بہرحال پسند اپنی اپنی۔ موصوف کو چاہیے کہ وہ اہل الرائے کی پیروی کے بجائے صحیح احادیث و آثار کی پیروی اختیار کریں کیونکہ اہل الحدیث ہونے کا تقاضا بھی یہی ہے۔

موصوف نے اپنے موقف کو منوانے کے لئے جس طرح کوششیں کی ہیں، ان پر یہ محاورہ صادق آتا ہے:

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا　　　　بھان متی نے کنبہ جوڑا

موصوف دارالسلام میں تحقیقی کام بھی سرانجام دے رہے ہیں، آیئے دارالسلام کی ایک کتاب سے بھی ایک دو عبارتیں ملاحظہ کرتے ہیں:

جناب احمد عادل کمال صاحب تحریر فرماتے ہیں:

حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کے عہد میں جنادہ بن ابی امیہ ازدیؒ نے 52ھ/672ء میں روڈس پر یلغار کی اور اسے فتح کر لیا۔ مسلمان سات سال اس جزیرے میں ایک قلعے میں مقیم رہے۔ اس دوران میں انہوں نے 54ھ/673ء میں قسطنطنیہ کے قریب واقع جزیرۂ ارواد (کزیکوس) بھی فتح کر لیا۔ پھر جب امیر معاویہؓ فوت ہو گئے تو ان کے فرزند یزید نے جنادہ بن ابی امیہؒ کو حکم دیا کہ وہ قلعہ مسمار کر کے واپس چلے آئیں جیسے کہ انہوں نے قبرص میں کیا تھا۔ (اٹلس فتوحات اسلامیہ، ص: 280 طبع دارالسلام لاہور)

قبرص کے شہر کو مسمار کرنے اور وہاں سے مجاہدین کو واپس بلانے کا کارنامہ بھی یزید نے انجام دیا تھا جیسا کہ احمد عادل کمال صاحب نے اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے (دیکھئے صفحہ مذکورہ) اور یہ کتاب دارالسلام نے بڑے تزک و احتشام سے شائع کی ہے۔ قبرص کو سیدنا معاویہؓ

نے ۲۸ھ میں فتح کیا تھا اور اس لشکر کو نبی ﷺ نے جنت کی بشارت دی تھی لیکن یزید نے اپنے دور میں قبرص کے شہر کو مسمار کر کے اور اسے دوبارہ دشمن کے حوالے کر کے ان کی محنت پر پانی پھیر دیا۔ موصوف بھی دارالسلام سے منسلک ہیں انہیں چاہئے کہ وہ اس کتاب پر تحقیق و تخریج کا کام سرانجام دیں تاکہ صحیح روایات تک قارئین کی رسائی ہو سکے۔ اور بے سند اور منقطع روایات سے لوگ محفوظ رہ سکیں۔

احمد عادل کمال صاحب ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

''حضرت امیر معاویہؓ نے 49ھ/669ء میں سفیان بن عوف کی قیادت میں قسطنطنیہ کی فتح کے لئے ایک بحری مہم بھیجی۔ مسلمان قسطنطنیہ کی بندرگاہ تک جا پہنچے۔ اسی جنگ میں حضرت ابوایوب انصاریؓ نے قسطنطنیہ کی فصیل کے نیچے جام شہادت نوش فرمایا۔ اس دوران میں مسلمانوں نے ازمیر، لیکیا، جزیرہ روڈس، کوس، خیوس اور اراوادپر قبضہ کر لیا اور یہ مقامات ان کی پیش قدمی کے مراکز بن گئے۔ 54ھ/673ء میں مسلمانوں نے قسطنطنیہ کے طویل محاصرے کا آغاز کیا۔ وہ سردیوں میں محاصرہ اٹھا لیتے، پھر گرمیوں میں محاصرہ کرتے۔ یہ محاصرہ 60ھ/679ء تک جاری رہا۔ اسی برس امیر معاویہؓ نے قیصر قسطنطین چہارم کے ساتھ 30 برس کے لئے صلح کر لی۔ (اٹلس فتوحات اسلامیہ، ص275،276)

احمد عادل کمال نے اس غزوہ میں یزید بن معاویہ کا کوئی ذکر نہیں کیا، معلوم نہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ موصوف کو چاہئے کہ وہ احمد عادل کمال صاحب کا محاسبہ کریں۔ سیدنا عبدالرحمٰنؓ کے قسطنطنیہ پر حملوں کو مؤرخین نے ۴۴، ۴۵ اور ۴۶ ہجری میں ہونا قرار دیا ہے لیکن موصوف نے ان سنون پر بھی اعتراض کیا ہے اور ان سنون کی صحیح سند طلب کی ہے۔ محدثین و مورخین کسی واقعہ یا کسی راوی کی پیدائش اور وفات کے متعلق مختلف قسم کی روایات

سے اس کے سن ہجری کا تعین کرتے ہیں۔ اسماء الرجال میں بھی اسی تخمینہ سے کام لیا جاتا ہے۔ البدایۃ والنھایہ وغیرہ کتب میں سنون کے حساب ہی سے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ حمص کی فتح کو مؤرخین نے ۱۵ھ میں بیان کیا ہے اور اس سلسلہ میں باسند روایات سخت ضعیف ہیں دیکھئے صحیح تاریخ طبری (۳/ ۲۰۷)

محدثین کرام احادیث میں ذکر کردہ واقعات سے بھی سنون کا حساب لگا لیتے ہیں اور یہ ایک باقاعدہ فن ہے اور اس پر کسی قابلِ ذکر شخص نے کوئی اعتراض نہیں کیا سوائے اس کے کہ اس سن کا غلط ہونا کسی صحیح دلیل سے ثابت ہو جائے موصوف نے ان سنون پر اعتراض تو کر دیا لیکن اس کے مقابلے میں وہ کوئی دوسری تحقیق پیش نہیں کر سکے ہیں۔

موصوف ایک مقام پر ایک روایت کے الفاظ نقل کر کے تحت الفاظ میں تنقید فرماتے ہیں:

''اس سن میں مضیق کا واقعہ ہوا جو کہ قسطنطنیہ کے قریب ہے اور اس کے امیر معاویہؓ تھے، لہٰذا یہ حملہ بھی قسطنطنیہ پر ہی تھا۔'' (محدث، ص۵۹، ۶۰)

واضح رہے کہ حافظ ذہبی کے اس کلام میں اپنی طرف سے ان الفاظ کی پیوند کاری کی گئی ہے: ''لہٰذا یہ حملہ بھی قسطنطنیہ پر ہی تھا۔''

اس استدلال میں اہل بدعت کے طرز استدلال سے مشابہت نمایاں ہے۔ کیا یہ حضرات بتا سکتے ہیں کہ مضیق قسطنطنیہ (جہاں پر حملہ ہوا تھا) کے درمیان اور قسطنطنیہ کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔ مضیق قسطنطنیہ اور قسطنطنیہ دو الگ الگ مقامات ہیں اور ایک پر حملہ سے دوسرے پر حملہ لازم نہیں آتا۔ (ص: ۴۹)

اس روایت کا ترجمہ ''اور اس کے امیر معاویہؓ تھے'' پر ختم ہو جاتا ہے اور آگے لہٰذا کہہ کر اس روایت سے جو نتیجہ اخذ ہوتا ہے اسے ذکر کیا گیا ہے اور یہ الفاظ ترجمہ کا حصہ نہیں ہیں، بلکہ اس روایت کی وضاحت ہیں۔ نیز ان الفاظ لہٰذا یہ حملہ بھی قسطنطنیہ پر ہی تھا'' کے آخر میں

بریکٹ کا اضافہ یہ کمپوزر کی غلطی ہے، کیونکہ استاد محترم نے یہ بریکٹ نہیں لگائے ہیں، ملاحظہ فرمائیں: ماہنامہ الحدیث نمبر 6 ص 9 اور مقالات (ج ا/ص 311) بلکہ اس وضاحت کے بعد میں نے یہ الفاظ بھی لکھے ہیں: ''معاویہؓ نے یہ حملہ عثمان بن عفانؓ کے دور خلافت میں کیا تھا'' اور ظاہر ہے کہ یہ وضاحت ہے اور بس۔ حافظ ذہبیؒ کی عبارت عام فہم ہے اور ایک مبتدی طالب علم بھی اس کے ترجمہ سے واقف ہے۔ لیکن موصوف محترم نے اس پر اس قدر سخت الفاظ میں تنقید کی ہے کہ اپنے ہم مسلک بھائیوں کو بدعتی بنا ڈالا۔ موصوف کو چاہئے کہ وہ رحماء بینھم کے اصول کے پیشِ نظر نرمی اختیار کریں۔ نیز ظن المؤمنین خیرا کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے بھائیوں سے حسنِ ظن رکھیں اور خواہ مخواہ ان سے سوءِ ظن نہ رکھیں۔ دلیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں، سورۃ النور آیت ۱۲

ع شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

واضح رہے کہ یہ غلطی غیر شعوری ہے اور کتاب کے شائع ہونے سے پہلے اس غلطی اور ترجمہ وغیرہ کی دوسری تمام غلطیوں کو درست کر دیا جائے گا۔ اور موصوف نے جو یہ فرمایا ہے کہ ''مضیقِ قسطنطنیہ اور قسطنطنیہ دو الگ الگ مقامات ہیں'' تو میں موصوف کی اس رائے سے اتفاق کرتا ہوں، کیونکہ موصوف کی اس بات میں واقعی وزن موجود ہے۔

سیدنا ابوایوب انصاریؓ کے غزوات کی تفصیل

سیدنا ابوایوب انصاریؓ کی ساری زندگی جہادی مہمات ہی میں گزری تھی اور روم اور قسطنطنیہ کی جنگوں میں وہ اپنی زندگی کے آخری دن تک شریک رہے۔ یہاں تک کہ انہیں موت بھی قسطنطنیہ کے قریب ہی آئی۔ اور انہیں قسطنطنیہ کی فصیل کے قریب دفن کیا گیا۔ سیدنا ابوعمرانؒ جنہوں نے قسطنطنیہ کی جنگ میں عبدالرحمٰن بن خالد بن الولیدؓ کی جنگی مہم کا ذکر کیا ہے اور آخر میں فرماتے ہیں: سیدنا ابوایوب انصاریؓ مسلسل اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے تا آنکہ وہ دفن بھی قسطنطنیہ میں ہوئے۔ (ابوداؤد: ۲۵۱۲) سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے بھی ان کی ایک جنگی مہم کا تذکرہ کیا ہے، جس کا ذکر حصہ اول میں موجود ہے۔ موصوف اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اس وقت سیدنا علیؓ بھی زندہ تھے اور اس بے رخی کی وجہ سے ابوایوبؓ سیدنا علیؓ کی جانب سے بصرہ پر مقرر کردہ عامل عبداللہ بن عباسؓ سے جا ملے تھے۔'' (ص ۵۱)

موصوف نے اس واقعہ کا کوئی حوالہ پیش نہیں کیا؟ موصوف کی اس وضاحت سے بھی ثابت ہوگیا کہ ابوایوب انصاریؓ اس وقت جنگ قسطنطنیہ شریک ہوئے تھے کہ جب یزید کی عمر بہت کم تھی۔ اور وہ جہاد میں شرکت کے قابل نہ تھا۔ ابوایوب انصاریؓ کے کچھ جہادی واقعات حصہ اول میں ذکر کیے گئے ہیں۔ اور کچھ واقعات یہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۱) سیدنا ابوعبدالرحمٰن الحبلیؒ بیان کرتے ہیں:

كنا في البحر وعلينا عبدالله بن قيس الفزاري ومعنا ابو ايوب الانصاري فمر بصاحب المقاسم وقد أقام السبي فاذا امرأة تبكي، فقال: ماشأن هذه؟ قالوا فرقوا بينها وبين ولدها. قال فأخذبيد ولدها حتى وضعه في يدها، فانطلق صاحب المقاسم الى عبدالله بن قيس فأخبره، فأرسل الى ابي ايوب

فقال: ماحملک علی ماصنعت؟ قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول . من فرق بین والدة وولدها فرق الله بینه وبین الاحبة یوم القیمة.(مسند احمد5/413)

''ہم دریا میں (جہاد میں مصروف تھے) اور ہم پر عبداللہ بن قیس الفزاریؓ امیر تھے اور ہمارے ساتھ ابوایوب انصاریؓ بھی تھے پس وہ صاحب المقاسم (تقسیم کرنے والے) پر سے گزرے اور اس نے ایک قیدی کو کھڑا کر رکھا تھا اور ایک عورت رو رہی تھی۔ پس انہوں نے پوچھا: اس عورت کو کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا کہ اس عورت اور اس کے بیٹے کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا گیا ہے، پس ابوایوب انصاریؓ نے اس عورت کے بیٹے کے ہاتھ کو پکڑا یہاں تک کہ اسے اس عورت کے ہاتھ میں دے دیا۔ پس صاحب مقاسم، عبداللہ بن قیسؓ کے پاس گئے اور انہیں صورت حال سے آگاہ کیا۔ پس انہوں نے ابوایوب انصاریؓ کے پاس (پیغام) بھیجا اور پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو شخص کسی ماں اور اس کی اولاد کے درمیان جدائی ڈال دے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے اور اس کے محبوب لوگوں کے درمیان جدائی ڈال دے گا۔''

یہ حدیث اس واقعہ کے بغیر سنن ترمذی، مستدرک، طبرانی کبیر وغیرہ میں بھی موجود ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ دیکھئے الموسوعۃ الحدیثیۃ، ج38 ص486۔

۲) امام مرثد بن عبداللہ الیزنیؒ بیان فرماتے ہیں:

قدم علینا ابوایوب خالد بن زید الانصاری صاحب رسول الله صلی الله علیه وسلم مصر غازیا۔ وکان عقبة بن عامر بن عبس الجهنی امر علینا معاویة بن ابی سفیان ...... الخ

سیدنا ابوایوب انصاریؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی (اور میزبان) تھے، ہمارے پاس مصر میں تشریف لائے، وہ سفر جہاد میں تھے اور ان دنوں سیدنا عقبہ بن عامر الجہنیؓ، سیدنا معاویہؓ کی طرف سے ہم پر امیر تھے...... الخ (عقبہ بن عامرؓ نے نماز مغرب میں کچھ تاخیر کی تو ابو ایوب انصاریؓ نے انہیں اس پر متنبہ فرمایا۔) (مسند احمد ۴/ ۱۴۷، ابوداؤد (۴۱۸)، مستدرک (۱/ ۱۹۰)، صحیح ابن خزیمہ (۳۳۹)

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ سیدنا ابوایوب انصاریؓ برابر جہادی سفر میں رہتے تھے اور انہوں نے جہاد فی سبیل اللہ کو اپنی زندگی کا مشن بنا رکھا تھا۔ اور اس واقعہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ عبدالرحمٰن بن خالد بن الولیدؓ کے ساتھ جہاد قسطنطنیہ میں شرکت کے بعد جہادی سفر کرتے ہوئے مصر بھی پہنچ گئے تھے اور جہاں کے عامل عقبہ بن عامر الجہنیؓ تھے۔ اور عقبہ بن عامرؓ بھی قسطنطنیہ کے جہاد میں شرکت کے بعد واپس مصر پہنچے تھے۔ اس وضاحت سے موصوف کا وہ مفروضہ بھی بالکل غلط ثابت ہوا کہ جو انہوں نے ابوایوب انصاریؓ کے تسلسل جہاد کے سلسلہ میں پیش کر کے یزید کو اول جیش میں شامل کرنے کی سعی نامسعود کی تھی۔

جہادِ قسطنطنیہ سیدنا معن بن یزید بن الاخنس السلمی المدنیؓ کی امارت میں

سیدنا معن بن یزیدؓ اوران کے والد محترم اور دادا محترم تینوں شرف صحابیت کے حامل ہیں ۔قسطنطنیہ پر سیدنا معاویہؓ نے سولہ بار جولشکر کشی فرمائی تھی، اس میں ایک حملہ سیدنا معن بن یزیدؓ کی امارت میں بھی ہوا تھا اور اس کا تذکرہ ایک حدیث کے ضمن میں آیا ہے، چنانچہ امام ابوالجویریہ الجرمیؒ بیان کرتے ہیں:

اصبت جرة حمراء فيها دنا نير في امارة معاوية في ارض الروم، قال و علينا رجل من اصحاب رسول الله ﷺ من بني سليم يقال له: معن بن يزيد...... الخ

سیدنا معاویہؓ کے دورِ خلافت میں مجھے ارضِ روم (قسطنطنیہ) سے سرخ رنگ کا ایک گھڑا ملا اس گھڑے میں دینار تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے بنی سلیم کے ایک فرد معن بن یزیدؓ ہمارے امیر تھے۔ وہ گھڑا میں ان کے پاس لے آیا۔ پس انہوں نے لمبے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ اور مجھے بھی اتنا ہی دیا جتنا کہ دوسروں میں سے ہر ایک کو دیا پھر کہا: اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ ''اضافی انعام (نفل) خمس نکالنے کے بعد ہی ہوسکتا ہے'' تو میں تمہیں مزید دیتا، پھر وہ اپنا حصہ مجھے دینے کی کوشش کرتے رہے مگر میں نے انکار کر دیا۔'' (مسند احمد ۳/۴۷۰، ابوداؤد (۲۷۵۴)، طبرانی کبیر ۱۹/ (۱۰۷۳)، السنن الکبریٰ للبیہقی ۶/۳۱۴، شرح معانی الآثار ۳/۲۴۲)

اس روایت میں اگرچہ جہاد کی تفصیل بیان نہیں ہوئی ہے لیکن اس سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا معن بن یزیدؓ بھی قسطنطنیہ کے جہاد میں فوج پر امیر مقرر کیے گئے تھے۔ اور معاویہؓ نے

جو قسطنطنیہ پر سولہ مرتبہ لشکر کشی کی تھی ان میں معن بن یزید بھی اپنے لشکر کے ساتھ شامل تھے۔

سیدنا سفیان بن عوفؓ کی امارت میں قسطنطنیہ پر حملہ

الاستاد حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

''یزید بن معاویہ کے آخری حملہ سے پہلے قسطنطنیہ پر سابقہ حملوں کے علاوہ ایک اور حملہ بھی ہوا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

واستعمل معاوية سفيان بن عوف على الصوائف وكان يعظمه

''اور معاویہؓ نے سفیان بن عوفؓ کو قسطنطنیہ پر صیفی (موسم گرما کے) حملوں میں امیر بنایا اور آپ ان کی تعظیم کیا کرتے تھے۔''

(الاصابۃ: ج ۲/ص ۵۲)

محمد خضیری کی محاضرات الامم الاسلامیۃ میں ہے: **وفى ۴۸ھ جهز معاوية جيشا عظيما الفتح قسطنطنية وكان على الجيش سفيان بن عوف** (ج ۲:ص ۱۱۴)

''اور ۴۸ھ میں معاویہؓ نے قسطنطنیہ کی فتح کے لئے ایک عظیم لشکر بھیجا جس کے امیر سیدنا سفیان بن عوفؓ تھے''۔

سفیان بن عوفؓ کے قسطنطنیہ پر حملے کا تذکرہ حصہ اول میں ہو چکا ہے البتہ اس کی مزید تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

مزید حوالہ جات: الفتوحات الاسلامیہ (ص ۱۶۱)، تاریخ دول الاسلام (ص، ۱۶۵)، النجوم الزاہرہ (ج ۱ص: ۱۳۴)، عمدۃ القاری (ج ۶ص: ۶۴۹)، عیون الاخیار عن دول البحار

وغیر ہم۔ موصوف نے اس روایت پر کوئی تبصرہ نہیں فرمایا معلوم نہیں کیوں؟

حافظ ابن اثیرؒ اور ابن خلدونؒ لکھتے ہیں:

سیر المعاویۃ جیشا کثیفا الی بلاد الروم للغزاۃ و جعل علیھم سفیان ابن عوف وامر ابنہ یزید بالغزاۃ معھم فتثاقل واعتل فامسک عنہ ابوہ فاصاب الناس فی غزائھم جوع و مرض شدید فانشا یزید یقول:

ما ان ابالی بما لاقت جموعھم

بالفر قدونہ من حمی ومن حرم

اذا اتکات علی الانماء مرتفعا

بدیر مران عندی ام کلثوم

سیدنا معاویہؓ نے ایک کثیر التعداد لشکر جہاد کے لئے بلاد روم کی طرف روانہ کیا اور ان پر سفیان ابن عوفؓ کو سالار مقرر کیا اور اپنے بیٹے یزید کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ جہاد کے لئے جائے۔ پس یزید نے سستی کی، پس اس کے باپ نے تعرض نہ کیا، پس لوگوں کو اس جنگ میں بھوک اور شدید بیماریوں نے گھیر لیا۔ اس پر یزید نے یہ اشعار پڑھے۔

"مجھے اس کی کچھ پروا نہیں کہ لشکروں پر فرقدونہ مقام میں بخار اور چیچک کی مصیبت آ پڑی ہے جب کہ میں دیر مران میں اونچی مسند پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں اور میرے پاس ام کلثوم بھی ہے۔" (تاریخ ابن اثیر ۳/ ۱۹۷، تاریخ ابن خلدون ۳/ ۱۵ تاریخ ملت (ص: ۳۴۴ ج: ۳)، شہید کربلا مولانا محمد طیب)

مختصر یہ کہ جب معاویہؓ کو یزید کی اس کیفیت کا علم ہوا تو انہوں نے شدید ناراضی کا اظہار فرمایا اور یزید کو حکم دیا کہ وہ اس لشکر میں شمولیت کے لئے ضرور جائے اور آخر کار یزید کو چار و ناچار اس غزوہ میں شریک ہونا پڑا۔

یہ ہے یزید بن معاویہ کا قسطنطنیہ کے جہاد میں شرکت کا معمہ؟ اور فتی العرب کے کارناموں میں سے ایک کارنامہ۔

بعض اہل حدیث علماء بھی ناصبیت سے سخت متاثر ہوئے یہاں تک کہ انہوں نے شیعیت کی مخالفت میں ناصبی عقائد کو اپنالیا ہے اور وہ کٹر ناصبی بن گئے اور پھر وہ کھلے منکرِ حدیث بھی بن گئے جیسے فیض عالم صدیقی جہلم والے۔

اگر موصوف بھی ناصبیت سے متاثر ہو چکے ہیں تو وہ اس کا واضح طور پر اعلان فرمادیں۔ تاکہ پھر ان سے اسی انداز میں گفتگو کی جائے۔ مسلک اہلِ حدیث ایک معتدل مسلک ہے اور اسے چھوڑ کر اگر کوئی شخص باطل پرستوں سے متاثر ہوتا ہے یا منکرین حدیث سے تو یہ اس کا اپنا معاملہ ہے کیونکہ **ومن یضلل فلاھادی له**۔

سیدنا ابوایوب انصاریؓ کا یزید کے ساتھ غزوہ قسطنطنیہ میں شریک ہونا اور آخر کار ۵۲ھ میں اللہ کی راہ میں وفات پا جانا یہ اتنی زبردست اور صریح دلیل ہے کہ اس کا توڑ کسی کے پاس نہیں ہے اور اس دلیل سے واضح اور صریح طور پر ثابت ہو گیا کہ یزید بن معاویہ کا لشکر اول جیش بالکل نہیں ہے بلکہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والے تمام لشکروں میں سے سب سے آخری لشکر تھا۔ فافہم

فسوف تری اذا انکشف الغبار...... افرس تحت رجلك أم حمار

دراصل بہت سے علماء کو اس مقام پر زبردست مغالطہ لگا ہے اور وہ اس طرح کہ پہلے انہوں نے حدیث اول جیش ملاحظہ کی اور پھر صحیح بخاری سے سیدنا محمود بن الربیعؓ کا قول انہوں نے پڑھا اور ان دونوں روایات کو ملا کر انہوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ یزید مغفور اور جنتی ہے کیونکہ بقول ان کے کہ صحیح بخاری کی روایت سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے۔ اور اس سلسلہ میں

ناصبیوں نے بھی ان روایات کو خوب مزین کر کے پیش کیا اور یہ ثابت کرنے کی انہوں نے زبردست کوشش کی ہے کہ یزید اول جیش میں شریک تھا۔ اور اس سلسلہ میں سلف کے اقوال کو پیش کر کے بھی انہوں نے خوب حاشیہ آرائی کی ہے۔ اور یہی چیز علماء اور عام لوگوں کی غلط فہمی کا بہت بڑا سبب بنی ہے اور وہ اس دھوکے اور مغالطے کو دلیل سمجھ بیٹھے ہیں اور اسے ایک ناقابل تردید حقیقت خیال کرنے لگے ہیں جس وقت میں ڈاکٹر عثمانی کے ساتھ تھا تو وہ ناصبیوں سے کافی متاثر ہوگئے تھے کیونکہ اس کا محمود احمد عباسی کے ہاں آنا جانا تھا، تو ایک مرتبہ اس نے ہم ساتھیوں کو بھی صحیح بخاری سے اول جیش والی روایت، محمود بن الربیعؓ صحابی کا قول اور بخاری کا حاشیہ دکھا کر ہمیں قائل کیا کہ یزید مغفور اور جنتی ہے۔ اس وقت ہمیں اس تحقیق پر سخت حیرت اور تعجب بھی ہوا۔ لیکن پھر یہ بات ہمارے دماغ میں فٹ ہوگئی اور اس کی اس بات کا اتنا اثر ہوا کہ اُن کی قائم کردہ جماعت اب بھی اس نظریے کا پرچار کر رہی ہے اور لٹریچر کے ذریعے اسے پھیلا رہی ہے۔ اسی طرح جماعت المسلمین رجسٹرڈ کے امیر مسعود احمد صاحب بی ایس سی بھی ناصبیوں سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اس نے صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین میں ان دو روایتوں پر ایسی زبردست حاشیہ آرائی کی ہے کہ الامان والحفیظ اور ان کے مقلدین بھی موصوف کی اس تحقیق کو ایک انمول تحقیق سمجھ کر اپنائے ہوئے ہیں۔ اور جس کا ذکر بھی عنقریب کیا جائے گا۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے ایک رافضی کے جواب میں منہاج السنہ تحریر کی تھی اور اس میں انہوں نے اس بات کا ذکر کیا کہ یزید اول جیش میں شریک تھا۔ اور ان کی اس تحقیق سے ان کے شاگردان بھی متاثر ہوئے۔ جیسے حافظ ابن کثیرؒ، حافظ ذہبیؒ وغیرہ اور انہوں نے بھی اس بات کا ذکر اپنی اپنی کتب میں کیا ہے اور پھر حافظ ابن حجر العسقلانیؒ نے بھی اس بات کا ذکر کر دیا۔ اور غالباً سلف میں بھی اسی طرح غلط فہمی پیدا ہوئی جس سے اس نظریہ کو تقویت ملی۔ حافظ ابن حجر العسقلانیؒ نے یزید کے سلسلہ میں مہلب کا قول تو ذکر کیا ہے لیکن وہ

اس سلسلہ میں کوئی واضح دلیل پیش نہیں کر سکے ہیں۔ مہلب کے اس قول پر علامہ قسطلائیؒ فرماتے ہیں "**هذا جاء على طريق الحمية لبني امية**" مہلب کا قول بنی امیہ کی بے جا حمایت پر مبنی ہے۔ (قسطلانی جلد ۵ ص ۱۰۴)۔ اور پھر اس کے بعد انہوں نے یزید پر لعنت کے جواز پر بحث کی ہے۔

حافظ ابن حجر العسقلانیؒ نے مہلب کے قول کے بعد لکھا ہے: "**وتعقبه ابن التين وابن المنير**"۔ ابن تین اور ابن منیر نے مہلب کے اس قول کا تعاقب کیا ہے۔ (فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۱۰۲) اور پھر یزید کو ان دونوں نے مغفور لھم سے خارج قرار دے ڈالا ہے۔ دیکھئے فتح الباری۔ اور جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ مہلب کا قول ہی بے سند ہے لہٰذا اس سے حجت قائم نہیں ہوسکتی۔

یزید کے متعلق ایک طرف تو یہ بات ذکر کی جاتی ہے کہ وہ جیش مغفور کا سالار تھا اور دوسری طرف اس کے جرائم کی ایک طویل فہرست بھی ہے اور اس کے ہاتھ صحابہ کرام کے خون سے رنگین دکھائی دیتے ہیں اور اسی بات نے سلف کو بھی پریشان کر دیا تھا کیونکہ اسکے جرائم کو دیکھ کر انہیں یقین ہی نہیں آتا تھا کہ وہ مغفورین میں شامل ہے اور یہ حقیقت ہے کہ وہ مغفورین میں شامل نہیں ہے جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔

نیز یہی علماء کرام ایک طرف تو یزید کے اول جیش میں شرکت کا تذکرہ کرتے ہیں تو دوسری طرف ان کے ان جرائم کا بھی تذکرہ کرتے ہیں کہ جو قتل حسینؓ، واقعہ حرہ اور بیت اللہ پر حملہ کی صورت میں سامنے آئے ہیں اور اس طرح یزید کی شخصیت ہر دور میں ایک متنازع شخصیت بن چکی ہے اور اس کے سلسلہ میں صحیح احادیث ہی یہ فیصلہ کریں گی کہ اس کی اصل حقیقت کیا ہے؟ اور احادیثِ رسولؐ سے وہ مجرم ثابت ہوتا ہے یا ان جرائم سے وہ بری ہے۔ یزید بن معاویہ کی شخصیت کے بارے میں جلد ہی تحقیقی مواد پیش کر دیا جائے گا جس میں صحابہ

کرامؒ کی آراء اور سلف صالحین و محدثین کرام کی آراء کا تذکرہ کیا جائے گا۔ نیز جرح و تعدیل کے لحاظ سے اس کا کیا مقام ہے، اس کا تعین محدثین کرام اور اہل فن کے اقوال سے پیش کیا جائے گا، تاکہ یزید کی اصل شکل و صورت اور سیرت نمایاں ہو سکے۔ اور دنیا یہ جان لے کہ اس کی اصل حیثیت کیا ہے؟

مسعود احمد بی ایس سی کا حدیث ام حرام پر اظہار خیال؟

ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی صاحب کی طرح، جماعت المسلمین رجسٹرڈ کے امیر اور بانی مسعود احمد بی ایس سی صاحب بھی ناصبی نظریہ سے بہت زیادہ متاثر تھے اور اس نے اپنے ان نظریات کو صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین میں یزید بن معاویہ کی فضیلت میں حدیث ام حرامؓ پیش کر کے نقل کیا ہے، چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

(۱) یزید کی یہ جنگ خالص اللہ کے راستہ میں تھی

(۲) حضرت یزیدؒ اور ان کے ساتھیوں کی مغفرت ہو گئی

(۳) حضرت یزیدؒ اور ان کے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ نے بڑے اعزاز کے ساتھ پیش کیا، ان کو بادشاہوں کی سی شان دی گئی، اس شاہانہ کروفر اور شان و شوکت کا اللہ تعالیٰ نے بطور خوش خبری کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشاہدہ کرایا۔ یہ تمام باتیں بتا رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت یزیدؒ اور انکے ساتھیوں سے صرف خوش ہی نہیں بلکہ ان پر فخر کرتا ہے۔

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت یزیدؒ اور ان کے ساتھیوں کو دیکھ کر خوش ہوئے۔ آپؐ جب بیدار ہوئے تو مسکرا رہے تھے۔

یہ ہیں یزیدؒ اور یہ ان کی فضیلتیں۔ ان فضائل کی خبر دینے والا اللہ تعالیٰ، ان کے بیان کرنے والے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر یہ سب کچھ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود

جن کی صحت پر اجماع امت، مگر افسوس پھر بھی دشمنان اسلام ان کے متعلق بدگوئی سے باز نہیں آئے۔ان کے خلاف جھوٹے قصے گھڑ گھڑ کر شائع کرتے رہے۔اور پھر وہ بغیر تحقیق کے ہماری تاریخ میں سمو دیئے گئے۔اب بتایئے ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی شہادت مانیں یا تاریخ کے ان خرافات کو صحیح سمجھیں۔(صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین ص ۷۹۳،۷۹۴)

کسی نے کیا خوب کہا ہے: ع بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا...... کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر موصوف نے جو کھلا جھوٹ کہا ہے اس کا خمیازہ تو وہ یقیناً بھگت رہے ہوں گے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا لیضل الناس بغیر علم ان اللہ لا یھدی القوم الظلمین

''پھر اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے اللہ پر جھوٹ گھڑا ہے، تاکہ وہ لوگوں کو علم کے بغیر گمراہ کردے۔بے شک اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا''۔(الانعام:۱۴۴)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:...... **ومن کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار** ۔اور جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا اسے چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔''(صحیح بخاری (۳۴۶۱)، مسند احمد (۶۴۸۶)

ایک حدیث میں ہے:

کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ماسمع ۔کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات لوگوں کو سناتا پھرے۔(صحیح مسلم مقدمۃ (۷)

بہر حال موصوف نے جو کچھ بھی کہا ہے اس میں کوئی صداقت نہیں ہے بلکہ موصوف نے اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنے کی انتہا کر دی۔ معلوم نہیں کہ یہ سب باتیں موصوف کو کیسے معلوم ہوئیں کہ ''اللہ تعالیٰ یزید اور اس کے ساتھیوں سے خوش ہی نہیں بلکہ ان پر فخر بھی کرتا ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم یزید اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر خوش ہوئے''

فويل للذين يكتبون الكتب بايديهم ثم يقولون هذا من عندالله......

شاید موصوف پر اس سلسلہ میں کوئی وحی نازل ہوئی ہو؟

ان الشيطين ليوحون الى اولياء هم......

یزید کو موصوف نے صحابہ کرام سے بھی بلند و بالا مقام عنایت کر دیا اور جنگ حرہ میں جو بقایا صحابہ کرام اور تابعین عظام شہید ہوئے موصوف نے انہیں باغی قرار دے ڈالا۔ اس بات کا تذکرہ بھی عنقریب ''یزید کی شخصیت احادیث، اقوال صحابہ کرام وسلف صالحین کی روشنی میں'' میں ذکر کیا جائے گا ان شاء اللہ۔ مجھے میرے لائق شاگرد محقق عالم اور مناظر اسلام ابو اسجد صدیق رضا حفظہ اللہ نے بتایا کہ جب وہ جماعت المسلمین رجسٹرڈ میں تھے تو میں نے یزید کے متعلق موصوف کو آپ کی اس تحقیق سے آگاہ کیا تھا تو اس پر موصوف کافی پریشان بھی ہوئے اور سوچ میں پڑ گئے تھے لیکن پھر کہنے لگے اب تو یہ کتاب کافی پھیل چکی ہے اب کچھ نہیں ہو سکتا۔

ومن يضلل فلا هادى له۔ موصوف کے نزدیک دونوں حدیثوں کا مفہوم ایک ہونا بھی ضروری ہے ورنہ وہ حدیثیں مضطرب ہو کر ضعیف قرار پائیں گی۔ دیکھئے: الجماعۃ القدیمہ۔ لہٰذا موصوف کے اصول کے مطابق بخاری کی یہ دونوں احادیث مضطرب ہونے کی بناء پر ضعیف بھی ہیں کیونکہ ان دونوں احادیث کا مضمون ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ فافہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا جیش مغفور لھم کے سپہ سالار سیدنا معاویہؓ تھے؟

پر تبصرہ

الحمدللہ! راقم الحروف اپنے مضمون ''یزید بن معاویہ اور جیش مغفور لھم'' پر تحقیق مزید کے لکھنے سے ابھی فارغ ہی ہوا تھا کہ ماہنامہ محدث لاہور کا نومبر 2012ء کا شمارہ موصول ہوا جس میں محترم ڈاکٹر حافظ شریف شاکر صاحب کا مضمون ''کیا جیش مغفور لھم کے سالار سیدنا معاویہؓ تھے؟'' نظر سے گزرا۔ ڈاکٹر موصوف نے میرے مضمون کے شروع کے تین جملوں کا تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے موصوف لکھتے ہیں:

''آج سے تقریباً تیرہ سال پہلے ۱۹۹۷ء میں جامعہ لاہور اسلامیہ کے شیخ الحدیث مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ ''**اول جیش من امتی یغزون مدینة، قیصر مغفور لھم**'' اس حدیث کے مطابق جیش مغفور کا پہلا کمانڈر کون ہے؟ اس کے جواب میں آپ نے لکھا کہ

:''اس حدیث میں اوّلیت کے اعتبار سے تو کسی شخص کا تعین نہیں البتہ شارح بخاری المھلب نے اسکا مصداق یزید بن معاویہ کو قرار دیا ہے لیکن واقعاتی طور پر مدینہ قیصر پر پہلے حملہ آور ہونے والے لشکر کا قائد عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید تھا، جس کا تذکرہ سنن ابوداؤد میں موجود ہے اس کے باوجود کئی مؤرخین نے اسکا مصداق یزید بن معاویہ کو سمجھا ہے''۔

اس کے جواب میں راقم الحروف نے ''قسطنطنیہ پر حملہ آور ہونیوالے پہلے لشکر کی قیادت'' کے عنوان سے ایک مضمون لکھ کر الاعتصام کی اسی جلد ۴۹ کے شمارہ نمبر ۳۲، ۳۱ میں شائع کرایا،

جس میں صحیح الکتب صحیح بخاری کی حدیث کو بنیاد بنا کر اوّل لشکر کا قائد یزید بن معاویہ کو ثابت کیا''۔(ماہنامہ محدث لاہور ص ۳۹ ماہ نومبر ۲۰۱۲ء)

صحیح بخاری کی جس روایت کا موصوف نے تذکرہ کیا ہے اسکے الفاظ یہ ہیں:

''سیدنا محمود بن الربیع ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے (نفل نماز کی جماعت کی) یہ حدیث ایک ایسی قوم کے سامنے بیان کی کہ جن میں رسول اللہ ﷺ کے صحابی سیدنا ابوایوب انصاری ؓ بھی تھے اور انہوں نے اسی غزوہ میں وفات پائی اور یزید بن معاویہ ان پر سالار تھا''۔(بخاری:۱۱۸۶)

اس روایت سے اتنا تو ثابت ہے کہ یزید بن معاویہ اس لشکر کا سالار تھا کہ جس میں ابو ایوب انصاری ؓ شریک تھے اور جس غزوہ کے دوران انہوں نے وفات پائی۔

اور دوسرے شواہد یہ واضح کرتے ہیں کہ قسطنطنیہ پر اس سے پہلے بھی حملے ہو چکے ہیں اور سیدنا عبدالرحمٰن بن خالد ؓ کی سالاری میں بھی قسطنطنیہ پر حملے ہو چکے ہیں اور سیدنا المنذر بن الزبیر ؓ کی سالاری میں قسطنطنیہ پر پہلا حملہ ۳۲ھ میں ہو چکا ہے اور یزید کا یہ حملہ اس غزوہ کے 16 سال بعد ہوا، اس لئے صحیح بخاری کی اس روایت سے زبردستی یزید کو جیش اوّل کا سپہ سالار ثابت کرنا موصوف ہی کا کمال ہے۔منذر بن الزبیر ؓ کے غزوہ کی تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں ''یزید بن معاویہ اور جیش مغفور لھم کے سپہ سالار پر تحقیق مزید؟ (حصہ سوم)

میں نے لکھا تھا: ''منکرین حدیث میں سے محمود احمد عباسی اور اس کے ہمنوا ناصبی حضرات نے اس حدیث کا مصداق یزید بن معاویہ کو قرار دیا''۔موصوف نے اس عبارت سے پہلے تحریر کیا۔

''صحیح بخاری کی حدیث: ''اوّل جیش...... کے صحیح مصداق کے بارے میں کچھ لکھنے سے پہلے مسلمانوں کی نیت پر حملہ کرتے ہوئے لکھا''۔ اور پھر میرے مضمون سے علماء کرام کی

عبارات نقل کر کے فرماتے ہیں:

''دامانوی صاحب محمود احمد عباسی کا غصہ اسلاف پر مت نکالیں کیا محمود احمد عباسی کی دعوت اسکے پیدا ہونے سے صدیوں پہلے ان ائمہ کرام تک پہنچ گئی تھی؟؟ (ص ۴۳)

موصوف کو معلوم ہونا چاہیئے کہ پاک و ہند میں ناصبیت کا نام و نشان بھی موجود نہیں تھا جس طرح امام ابن تیمیہؒ کے دور میں شام سے ناصبیت کا نام و نشان مٹ گیا تھا لیکن محمود احمد عباسی اور ان کے معاونین و متاثرین کی بھرپور کوششوں سے یہاں ناصبیت دوبارہ زندہ ہوگئی۔ میں نے تو ناصبیت کے علم برداروں کا یہاں ردّ کیا ہے لیکن موصوف نے میری عبارت سے جو کچھ اخذ کیا ہے وہ آپکے سامنے ہے۔ موصوف کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں اسلاف کا بیحد احترام کرتا ہوں، البتہ اس سلسلہ میں ان سے جو اجتہادی غلطیاں ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ سے دُعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی تمام غلطیوں اور لغزشوں کو معاف فرمائے۔ موصوف نے شاید میرا یہ عنوان بھی نہیں دیکھا: ''پاک و ہند میں یزید کے جنتی ہونے کا نظریہ کس نے پیش کیا؟''۔ غالباً اسی موقع کیلئے کسی نے کہا ہے: ''دیتے ہیں دھوکا یہ بازیگر کھلا''۔ موصوف ناصبیوں کے کارناموں سے ناواقف نہیں ہونگے، جو انہوں نے سیدنا علیؓ اور اہل بیت رسول ﷺ کے ساتھ روا کر رکھے ہیں۔ لیکن افسوس کہ ناصبیت نے لوگوں کی آنکھیں بند کر رکھی ہیں: **حبك الشئ يعمى ويصم**

پہلا حملہ:

جہاں تک سیدنا معاویہؓ کے مضیق قسطنطنیہ پر حملے کا تعلق ہے اور اس پر موصوف نے تفصیل سے لکھا ہے چنانچہ موصوف ایک مقام پر لکھتے ہیں:

''یاد رہے کہ قسطنطنیہ اور خلیج / مضیق قسطنطنیہ دو علیحدہ مقامات ہیں دونوں کو ایک ہی باور کرنا درست نہیں ہے'' (ص ۴۶) اور اسی طرح کی بات محترم الشیخ عبدالولی حقانی صاحب نے

بھی لکھی تھی، موصوف کی اور حقانی صاحب کی اس بات میں واقعی وزن موجود ہے اور میں تسلیم کرتا ہوں کہ مضیق قسطنطنیہ اور قسطنطنیہ دو الگ الگ مقامات ہیں اور معاویہؓ نے ۳۲ھ میں مضیق قسطنطنیہ پر حملہ کیا تھا اور اُن کے ایک ہی سال بعد المنذر بن زبیرؓ نے براہ راست قسطنطنیہ پر حملہ کر دیا تھا۔ دیکھئے (مسند احمد ج ۶ ص ۴۳۵، تاریخ دمشق ۱۹/ ۶۲۵، مصنف عبدالرزاق (۹۶۲۹)، طبرانی کبیر ۲۵/ ۳۲۵، ابوداؤد (۲۴۹۲)، فتح الباری ج ۱۱ ص ۷۶، ۷۷، تحت حدیث ۶۲۸۲، طبع دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور) تفصیل کیلئے راقم الحروم کا مضمون اس موضوع پر ملاحظہ فرمائیں۔

میں نے الشیخ عبدالولی حقانی صاحب کے جوابی مضمون میں اس حقیقت کو تسلیم کر لیا تھا لیکن محدث نے میرے اس مضمون کو شائع نہیں کیا جسکی وجہ سے موصوف کو اس موضوع پر خامہ فرسائی کرنی پڑی۔

دوسرے حملے کی تفصیل:

موصوف نے قسطنطنیہ کے دوسرے حملے کے متعلق ذکر کردہ روایت کو ضعیف قرار دے ڈالا ہے، اس روایت کی سند یہ ہے:

حدثنا عبداللہ بن صالح حدثنی معاویہ عن عبدالرحمن بن جبیر بن نفیر عن ابیہ عن ابی ثعلبة الخشنی ......

موصوف کا خیال ہے کہ ابوصالح عبداللہ بن صالح ضعیف راوی ہے لیکن واضح رہے کہ موصوف اس میدان کے مردِ میدان نہیں ہیں اور ان کا ابوصالح کو ضعیف قرار دینا درست نہیں ہے کیونکہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں ابوصالح سے احادیث روایت کی ہیں اور تعلیقات کے طور پر بھی کئی روایات نقل کی ہیں اور ابوصالح امام بخاری کے استاد ہیں اور وہ صدوق اور حسن الحدیث ہیں اور امام بخاری اور کبار ائمہ حدیث مثلاً امام یحییٰ بن معینؒ، ابوحاتم الرازیؒ اور امام

ابوزرعہؒ نے ان سے روایات لی ہیں۔ تفصیل کیلئے ھدی الساری مقدمہ فتح الباری (ص ۴۱۳ تا ۴۱۵) اور امام ابوصالح کی اس روایت کا زبردست اور قوی شاہد بھی مسند احمد میں موجود ہے۔

موصوف لکھتے ہیں:

مزید تعجب یہ ہے کہ مولانا دامانوی صاحب نے عبداللہ بن صالح کی ضعیف حدیث کی متابعت میں ایک صحیح حدیث (جس کا ترجمہ اوپر پیش کیا گیا) مسند احمد سے پیش کی جس کا متن (لفظاً یا معنی) کسی طرح بھی باہم مطابقت نہیں رکھتا۔ (ص ۵۳) موصوف مزید لکھتے ہیں:

''یہی حال ڈاکٹر دامانوی صاحب کی پیش کردہ عبداللہ بن صالح عن معاویۃ کی روایت کی ہوئی حدیث کا ہے۔ یہ حدیث منکر ہے جبکہ اس کیخلاف لیث عن معاویہ کی روایت کی ہوئی حدیث ''المعروف ہے اس لئے عبداللہ بن صالح کی قسطنطنیہ والی روایت ضعیف ٹھہری۔ (ص:۶۱)

اب اس روایت کی سند اور متن کو ملاحظہ فرمائیں:

حدثنا عبدالله بن صالح، حدثني معاوية عن عبدالرحمن بن جبير بن نفير عن ابيه عن ابي ثعلبة الخشني قال: سمعته في خلافة معاوية بالقسطنطنية وكان غزا الناس بالقسطنطنية انّ الله لا يعجز هذه الامة من نصف يوم

عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیرؒ اپنے باپ (جبیر بن نفیرؒ) سے، اور وہ ابوثعلبہ خشنیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے معاویہؓ کے دور خلافت میں اس (ابوثعلبہ خشنیؓ) سے قسطنطنیہ میں سنا اور معاویہؓ نے لوگوں کو قسطنطنیہ پر لشکر کشی کیلئے روانہ کیا تھا'' بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کو آدھے دن کے بقدر بھی عاجز نہیں کرے گا''۔

دوسری روایت کی سند اور الفاظ بھی ملاحظہ فرمائیں:۔

حـدثـنـا هـاشم قال حدثنا ليث عن معاوية بن صالح عن عبدالرحمن بن جبير عن ابيه قال سمعت ابا ثعلبة الخشني صاحب رسول اللّٰہ صلى الله عليه وسلم انه سمعه يقول وهو بالفسطاط فى خلافة معاوية و كان معاوية أغزى الناس القسطنطنية فقال: واللّٰہ لاتعجز هذه الامة فى نصف يوم ......

جبیر بن نفیرؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابی سیدنا ابو ثعلبہ خشنیؓ کو اس وقت فرماتے سنا جبکہ وہ خیمہ میں تھے اور یہ معاویہؓ کی خلافت کا زمانہ تھا اور معاویہؓ نے لوگوں کو قسطنطنیہ پر لشکر کشی کیلئے روانہ فرمایا تھا۔ پس انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس امت کو آدھے دن کے بقدر بھی عاجز نہیں کرے گا"۔..........

دونوں احادیث میں تطبیق

اب ان دونوں احادیث کی سندوں اور متنوں میں مطابقت ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ان دونوں احادیث میں ابو صالح اور لیث بن سعد سے آگے سند ایک ہی ہے۔ معاویہ بن صالح عن عبدالرحمٰن بن جبیر عن جبیر بن نفیر عن ابی ثعلبۃ الخشنی۔

(۲) اور اس حدیث کو بیان کرنے والے صحابی ابو ثعلبہؓ ہی ہیں۔

اور اب ان دونوں احادیث کے متن بھی ملاحظہ فرمائیں:

(۳) سیدنا معاویہؓ نے لوگوں کو قسطنطنیہ پر لشکر کشی کیلئے روانہ کیا تھا یہ بات دونوں روایتوں میں موجود ہے۔

(۴) دونوں احادیث میں ابو ثعلبہ خشنیؓ کے یہ الفاظ ایک ہی ہیں: "اللہ تعالیٰ اس امت کو آدھے دن کے بقدر بھی عاجز نہیں کریگا"۔

مسند احمد کی حدیث میں اس مقام پر کچھ مزید الفاظ بھی موجود ہیں اور ثقہ راوی کی زیارت قابل قبول ہوتی ہے۔

البتہ اوپر والی روایت میں ہے کہ صحابی نے یہ بات قسطنطنیہ میں بیان فرمائی جبکہ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے اپنے خیمہ میں یہ بات ارشاد فرمائی اور ظاہر بات ہے کہ مجاہدین قسطنطنیہ کے قریب خیموں ہی میں بیٹھے ہوں گے، کسی کھلے میدان میں تو وہ نہیں بیٹھ سکتے اور پھر یہ سوال پیدا ہوگا کہ وہ خیمہ کہاں تھا جس طرح قرآن کریم کی ایک آیت کی تفسیر دوسری آیت بیان کر دیتی ہے، اسی طرح احادیث بھی ایک دوسرے کی وضاحت کرتی ہیں اور یہ باتیں ایسی ہیں کہ اہل علم اس سے اچھی طرح واقف ہیں اور خود موصوف نے بھی اس روایت کے اس ترجمہ پر بڑا زور دیا ہے کہ ''معاویہؓ نے لوگوں کو لشکر کشی کیلئے روانہ کیا تھا''۔ اور جب لوگ روانہ ہو گئے تو انہوں نے جانا کہاں تھا؟ ظاہر ہے کہ قسطنطنیہ ہی کے قریب جا کر انہوں نے اس کا محاصرہ کیا ہوگا اور وہیں انہوں نے خیمے بھی لگائے ہونگے، جس طرح کہ عبدالرحمٰن بن خالد بن ولیدؓ اور یزید بن معاویہؓ کے غزوات کے سلسلہ میں ان کا اور فوجوں کا قسطنطنیہ میں جانے کا تذکرہ موجود ہے اور اسی طرح ابو ایوب انصاریؓ کے قسطنطنیہ میں دفن ہونے کا بھی ذکر ہے حالانکہ ابھی قسطنطنیہ فتح ہی نہیں ہوا تھا تو ان کا قسطنطنیہ میں جانے کا کیا مطلب ہے؟ مطلب یہ ہے کہ فوجوں کے قسطنطنیہ کے اطراف میں جانے کو بھی قسطنطنیہ ہی میں جانا قرار دیا گیا ہے۔ معلوم نہیں کہ موصوف اتنی آسان سی بات بھی نہیں سمجھ پائے؟۔

دراصل موصوف اس بات سے لرزہ براندام ہیں کہ ابو ثعلبہ خشنیؓ قسطنطنیہ کیسے پہنچ گئے کہ جہاں سے انہوں نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، قسطنطنیہ میں پہلی آمد تو یزید بن معاویہ کی ہونی چاہئے تھی اور یہی وہ بات ہے کہ جسنے انہیں یہ سب کچھ لکھنے پر مجبور کیا کہ جس کا مطالعہ قارئین محدث کر چکے ہیں۔ موصوف معاویہؓ کو بھی یزید کی قسطنطنیہ آمد سے پہلے قسنطنیہ میں آمد سے

محروم رکھنا چاہتے ہیں۔ کیا موصوف اس بات سے واقف نہیں ہیں کہ جو شخص کسی لشکر کو لشکر کشی کیلئے روانہ کر رہا ہو کیا وہ عملاً اس جہاد میں شریک نہیں ہے؟ لہٰذا اگر معاویہؓ قسطنطنیہ نہیں بھی گئے تو لشکر بھیج کر وہ بھی اس جہاد میں عملی طور پر شریک ہی ہیں۔ کیا خیال ہے موصوف کا اگر میری یہ بات درست ہے تو موصوف ضرور اس کی تائید فرمادیں، میں ان کا شکر گزار ہوں گا۔

موصوف کا سنہری اصول:

موصوف اب بتائیں کہ اس حدیث میں موصوف کو کونسی مخالفت دکھائی دے گئی کہ جھٹ سے انہوں نے اس صحیح حدیث کو اپنی ذاتی رائے سے ضعیف قرار دے ڈالا اور پھر المنکر اور المعروف کی لمبی چوڑی بحث بھی کر ڈالی۔ حالانکہ یہاں ایسا کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے ایسے ہی موقع کیلئے غالباً شاعر نے کہا ہے:

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا   کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

احادیث کے متعلق اگر موصوف کا یہ اصول تسلیم کر لیا جائے تو واضح رہے کہ پھر ہمیں بیشمار صحیح احادیث سے ہاتھ دھونا پڑے گا اور منکرین حدیث ہمارے احسان مند ہونگے کہ ہم نے ایسا سنہری اصول ان کو عطاء کر دیا کہ جس کی وجہ سے کوئی حدیث تنقید سے نہیں بچ سکتی۔ نیز مقلدین نے بھی اس اصول کا سہارا لے کر رفع یدین کو منسوخ قرار دیدیا ہے، چنانچہ اس سلسلہ کی سردست صرف ایک ہی مثال پیش خدمت ہے:

صحیح مسلم میں سیدنا جابر بن سمرہؓ سے ایک حدیث ان الفاظ میں مروی ہے:

عن تميم بن طرفة عن جابر بن سمرة قال خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال مالي اراكم رافعي ايديكم كانها أذناب خيل شمس، اسكنوا في الصلاة ......

امام تمیم بن طرفہؒ، سیدنا جابر بن سمرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول

اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے پس آپ نے ارشاد فرمایا: ''کیا بات ہے کہ میں تمہیں (نماز میں) اس طرح ہاتھوں کو اٹھاتے ہوئے دیکھتا ہوں کہ وہ مست گھوڑوں کی دُمیں ہیں (لہٰذا) تم نماز میں سکون اختیار کرو''۔ (صحیح مسلم کتاب الصلاۃ، باب ۲۷ (۹۶۸))

اس حدیث سے احناف میں سے بعض نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نماز میں رفع یدین ممنوع ہو چکا ہے۔ نیز اس حدیث سے رفع یدین منسوخ بھی ہے۔ لیکن اہل حدیث اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ حدیث مختصر ہے اور دوسری تفصیلی روایت میں ہے کہ صحابہ کرام سلام پھیرتے وقت سلام کے الفاظ کے ساتھ اپنے ہاتھوں سے اشارہ بھی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے انہیں اس حرکت سے منع فرمایا۔

حدثني عبيدا لله بن القبيطية عن جابر بن سمرة قال كنا اذا صلينا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم قلنا السلام عليكم ورحمة الله ـ السلام عليكم ورحمة الله ـ واشار بيده الى الجانبين فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ـ علام تومئون بأيديم كأنها اذناب خيل شمس ؟ انما يكفي احدكم ان يضع يده على فخذه ثم يسلم على أخيه من على يمينه وشماله (مسلم : ۹۷۰)

امام عبید اللہ بن قبیطیہ، سیدنا جابر بن سمرہؓ سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے فرمایا کہ ''جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کرتے تو نماز کے اختتام پر دائیں اور بائیں طرف السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ بھی کرتے۔ پس (یہ دیکھ کر) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اپنے ہاتھوں سے اس طرح اشارہ کرتے ہو کہ جیسے مست گھوڑوں کی دمیں ہلتی ہیں۔ تمہیں تو صرف اتنا ہی کافی ہے کہ تم (قعدہ میں) اپنے رانوں پر ہاتھ رکھے ہوئے

دائیں اور بائیں طرف اپنے بھائی کو سلام کہو''۔

احناف کا کہنا ہے کہ اوپر والی روایت کے الفاظ رافعی ایدیکم سے رفع یدین کی ممانعت ثابت ہو رہی ہے جبکہ یہ حدیث دوسری ہے۔ تمیم بن طرفہ کی روایت میں رفع یدین کا ذکر ہے جبکہ عبید اللہ کی روایت میں سلام کے وقت ہاتھوں سے اشارہ کرنے کی ممانعت ثابت ہو رہی ہے۔ نیز تمیم کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ ہم رفع یدین کر رہے تھے جبکہ عبید اللہ کی روایت میں ہے کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز ادا کیا کرتے تھے لہٰذا دونوں روایتوں میں واضح فرق موجود ہے۔ اہل حدیث اس بات کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ دونوں روایتیں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں کیونکہ یہ روایت مختصر ہے جبکہ دوسری روایت مفصل ہے۔

ان دونوں احادیث کے راوی سیدنا جابر بن سمرةؓ ہی ہیں نیز ان دونوں میں یہ الفاظ **كأنها اذناب خيل شمس** بھی ایک ہی طرح کے ہیں، جو اتحاد واقعہ کی دلیل ہے اور پھر محدیثن نے بالخصوص امام طحاوی حنفیؒ نے بھی اس حدیث کو سلام کے باب ہی میں ذکر کیا ہے اور کسی محدث نے اس حدیث کو رفع یدین کے ممانت کے سلسلے میں پیش نہیں کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ راویوں کے بدلنے سے احادیث کے الفاظ میں فرق آجاتا ہے اور اگر اس موضوع پر احادیث کو اکٹھا کیا جائے تو اس پر ایک کتاب تیار ہو سکتی ہے اور علم حدیث سے شغف رکھنے والے اس حقیقت سے واقف ہیں لیکن معلوم نہیں کہ موصوف کیوں اس حقیقت سے انجان بن رہے ہیں اور یا وہ تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں۔ بہرحال واللہ علیم بذات الصدور

موصوف نے مجھ پر یہ الزام لگایا ہے کہ میں نے اس حدیث میں تحریف کر دی ہے حالانکہ یہ غلطی غیر شعوری ہے اور اسے اب درست کر کے کتاب کو شائع کیا جا رہا ہے اور اگر اس حدیث

میں میں نے تحریف کی ہے تو پھر مسند احمد کی حدیث جس کا مضمون اسی حدیث کی طرح ہے اس میں میں نے کیوں تحریف نہیں کی؟...... لہٰذا موصوف کو چاہئے کہ وہ اپنے ہم مسلک بھائیوں سے حسن ظن رکھا کریں کیونکہ بدگمانی کو جھوٹ اور گناہ قرار دیا گیا ہے۔

موصوف نے ابو ثعلبہ خشنیؓ کی مرفوع روایت کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

حدثنا موسى بن سهل: حدثنا حجاج بن ابراهيم: حدثنا ابن وهب: حدثني معاوية بن صالح عن ابى ثعلبة الخشني قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

"لن يعجز الله هذه الامة من نصف يوم" (ص: ٥٦)

موصوف سے یہاں حدیث کو نقل کرنے میں غلطی واقع ہوگئی ہے اور انہوں نے معاویہ بن صالح کے بعد سلسلہ سند کی دو کڑیاں چھوڑ دی ہیں یعنی عبدالرحمٰن بن جبیر عن ابیہ۔ اب موصوف ہی بتائیں کہ وہ اپنے اوپر کونسا فتویٰ لگانا پسند فرمائیں گے یا یہ کہ اسے وہ غیر شعوری غلطی سے تعبیر کرینگے؟

تیسرا حملہ:

تیسرے حملے کے متعلق میں نے سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کی روایت نقل کی تھی جس پر موصوف نے جرح نقل کی ہے۔ حالانکہ یہ روایت صرف تائیداً نقل کی گئی تھی کیونکہ اگر یہ روایت نہ بھی نقل کی جاتی تو اس سے میرے موقف پر کوئی اثر نہیں پڑتا، لہٰذا میں اپنے مضمون سے اسے حذف کر رہا ہوں۔

اس کے بعد میں نے سیدنا عبدالرحمٰن بن خالد بن الولیدؓ کی مفصل روایات نقل کی تھیں اور جو صحیح ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے موضوع پر صریح بھی ہیں اور جو موصوف کے دعویٰ کو زمین بوس کرنے کیلئے بہت ہی کافی وشافی ہیں لیکن موصوف نے آگے بڑھنے کی زحمت ہی نہیں فرمائی اور اسی میں موصوف نے اپنے لئے عافیت سمجھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی شان ملاحظہ فرمایئے کہ یہ

سعادت اللہ تعالیٰ نے کسی اور کے نصیب میں رکھی تھی چنانچہ جب میں نے اس سلسلہ میں تحقیق مزید کی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم اور مہربانی سے میری راہنمائی فرمائی تو مجھ پر اللہ تعالیٰ نے یہ بات کھول دی کہ اوّل جیش کا سپہ سالار سیدنا المنذر بن الزبیرؓ ہیں، چنانچہ اس سلسلہ میں میرا علمی و تحقیقی مضمون:

''جیش مغفور کے سپہ سالار پر تحقیق مزید؟'' ملاحظہ فرمائیں:

اللہ تعالیٰ کا مجھ پر یہ احسان عظیم ہے اور اس عظیم احسان کا میں پوری زندگی بھی شکر ادا نہیں کرسکتا کہ اس رب العالمین نے مجھ سے وہ کام لے لیا کہ جس کا میں اپنے آپ کو بالکل بھی اہل نہیں پاتا اور میرے عظیم پروردگار نے مجھے ان مخفی گوشوں سے پردے اٹھانے کی توفیق نصیب فرمادی۔

اللهم ما اصبح بي من نعمة او بأحد من خلقك فمنك وحدك لا شريك لك فلك الحمد ولك الشكر

هذا من عندی واللہ اعلم بالصواب

کتبہ ابو جابر عبداللہ دامانوی

۲۴ صفر ۱۴۳۴ھ بمطابق ۷ جنوری ۲۰۱۳ء

بروز پیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جیش مغفور کے سپہ سالار پر تحقیق مزید؟

حصہ سوم

یزید بن معاویہ کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ وہ قسطنطنیہ کے اس لشکر کا سپہ سالار تھا جس نے قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کیا تھا اور حدیث میں قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والے لشکر کو مغفور لہم (ان کے لئے پروانہ مغفرت ہے) کی بشارت دی گئی ہے۔

ماہنامہ محدث لاہور جنوری 2010ء میں میرا ایک مضمون، کیا یزید بن معاویہ فوج مغفور لہم کا سپہ سالار تھا؟ اسی موضوع پر شائع ہوا تھا اور جس میں میں نے ناقابل تردید دلائل کے ساتھ ثابت کیا تھا کہ یزید بن معاویہ، سیدنا معاویہؓ کے دور خلافت میں سب سے آخری لشکر میں شریک ہوا تھا کیونکہ یہ وہی لشکر تھا جس میں سیدنا ابوایوب انصاریؓ بھی شریک تھے اور اسی جہاد کے دوران انہوں نے وفات پائی تھی۔ جبکہ یزید بن معاویہ سے پہلے بھی قسطنطنیہ پر کئی حملے ہو چکے تھے اس بناء پر یزید بن معاویہ کا حملہ پہلا نہیں بلکہ سب سے آخری حملہ تھا۔ جن لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ یزید اول جیش میں شریک تھا لیکن وہ اپنے اس دعویٰ پر کوئی بھی صحیح اور صریح دلیل پیش نہیں کر سکے ہیں۔ کیونکہ یزید کا قسطنطنیہ کے جہاد میں شریک ہونا اور یزید کا قسطنطنیہ پر حملہ آور اول جیش کے ساتھ شریک ہونا دو مختلف باتیں ہیں جبکہ دعویٰ اور دلیل میں مطابقت ضروری ہے۔ ماہنامہ محدث لاہور نے اس مضمون سے پہلے یہ بات ذکر فرمائی تھی:

''یہاں یہ بنیادی سوال بھی باقی ہے کہ حدیث نبوی میں وارد مدینۃ قیصر کا مصداق کیا لازماً قسطنطنیہ ہی ہے جبکہ اس دور میں قیصر کا پایہ تخت حمص تھا۔''

چنانچہ اس مضمون میں ثابت کیا گیا ہے کہ جس دور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خوش خبری ذکر فرمائی تھی اس دور میں قیصر روم کا پایہ تخت حمص تھا اور حمص کی فتح کے بعد قیصر کا پایہ تخت قسطنطنیہ بن گیا تھا۔

اب سوال یہ ہے کہ جیش مغفور کا پہلا حملہ کس شہر پر ہوا تھا؟ نیز اس سلسلہ میں صحیح حدیث سے جیشِ مغفور اور اس کے سپہ سالار کا تعین بھی ہو گیا ہے۔ والحمدللہ علی ذلک

نیز یہ حملہ ۳۲ھ میں ہوا تھا اور اس وقت یزید کی عمر سات سال تھا۔ اس مضمون کو تحقیق مزید کے طور پر شائع کیا جا رہا ہے اور امید ہے کہ اہل علم اور علم و تحقیق کے شیدائیوں کے لئے یہ ایک نادر و نایاب تحفہ ہوگا۔ والحمدلله على ذلك۔

جیش مغفور کا سپہ سالار کون تھا؟

مدینہ قیصر سے کونسا شہر مراد ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے دو جہادی لشکروں کے متعلق دو بشارتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ کی حدیث ملاحظہ فرمائیں:

(۹۳) باب ما قیل فی قتال الروم

۲۹۲۴۔ حدثنی اسحاق بن یزید الدمشقی حدثنا یحی بن حمزۃ قال: حدثنی ثور بن یزید عن خالد بن معدان: ان عمیر بن الاسود، العنسی حدثه انه اتی عبادۃ بن الصامت وھو نازل فی ساحل حمص وھو فی بناء له ومعه ام حرام، قال عمیر: فحدثتنا ام حرام انها سمعت النبی ﷺ یقول: ” اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا، قالت ام حرام: قلت: یا رسول الله انا فیهم؟ قال: انت فیهم، ثم قال النبی ﷺ: ” اول جیش من امتی یغزون مدینه قیصر مغفور لهم“، فقلت: انا فیهم یا رسول الله ؟ قال: ”لا“ (راجع: ۲۷۸۹)

امام عمیر بن اسود عنسیؒ بیان کرتے ہیں کہ

وہ سیدنا عبادہ بن صامتؓ کے پاس اس وقت گئے جب وہ حمص کی بندرگاہ میں ایک مکان میں اترے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ ان کی بیوی ام حرامؓ بھی تھیں۔ عمیرؒ نے کہا کہ ہم سے ام حرامؓ نے حدیث: بیان کی کہ انھوں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے: ” **اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا**“

” میری امت کا وہ پہلا لشکر جو سمندر میں جہاد کرے گا، ان کے لئے (جنت) واجب

ہو گئی۔''

ام حرامؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں بھی اس لشکر میں شریک ہوں گی۔ آپؐ نے فرمایا: تو اس میں ہو گی۔ پھر آپؐ نے فرمایا: ''**اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لهم**'' ''میری امت کا وہ پہلا لشکر کہ جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا، اس کے لئے پروانۂ مغفرت ہے۔''

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا میں بھی اس میں شامل ہوں گی۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں۔'' (صحیح بخاری، کتاب الجہاد: **باب ماقیل فی قتال الروم، ح: ۲۹۲۴**)

اس حدیث میں دو لشکروں کے متعلق نبی ﷺ نے خبر دی ہے کہ جو دو مختلف مقامات پر حملہ آور ہوں گے۔ پہلا لشکر سمندری جہاد کرے گا اور ان کے لئے جنت کے واجب ہونے کی بشارت دی گئی ہے اور صحیح بخاری کی روایت کے مطابق مسلمانوں نے سب سے پہلے سیدنا معاویہؓ کی سرکردگی میں بحری جہاد کیا اور اسی جہاد میں ام حرامؓ شہید ہوئیں۔

حافظ ابن کثیرؒ ۲۸ھ کے واقعات کے ضمن میں قبرص کی فتح کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''سیدہ ام حرامؓ اس غزوہ میں شامل تھیں اور وہیں ان کی وفات ہوئی

حاصل کلام یہ ہے کہ سیدنا معاویہؓ سمندر میں کشتیوں پر سوار ہو کر جزیرہ میں گئے جو قبرص کے نام سے مشہور ہے اور ان کے ساتھ مسلمانوں کی ایک عظیم فوج تھی۔ انہوں نے اس حملہ کے متعلق سیدنا عثمانؓ سے اجازت چاہی تھی تو عثمانؓ نے ان کو اجازت دے دی۔ سیدنا معاویہؓ نے اس حملہ کے متعلق سیدنا عمرؓ سے بھی اجازت چاہی تھی لیکن انہوں نے اس عظیم مخلوق (جہازوں) پر مسلمانوں کو سوار کرانے سے انکار کر دیا تھا کہ اگر وہ حرکت کرے تو سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے۔ لیکن جب سیدنا عثمانؓ کا زمانہ آیا تو معاویہؓ نے اس بارے میں اصرار کیا تو عثمانؓ

نے ان کو اجازت دے دی۔'' (البدایۃ والنہایۃ: ج ۷/ص ۱۵۲)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی اس حدیث پر اس طرح کی تفصیل ذکر فرمائی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: فتح الباری: ج ۱۱/ص ۷۵، ۷۶ نیز تہذیب التہذیب: ج ۱۲/ص ۴۶۲

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ جس سمندری غزوہ کی خبر نبی ﷺ نے دی تھی، وہ بعد میں غزوۂ قبرص کی شکل میں سامنے آیا اور سیدنا عثمانؓ کے دور خلافت میں سیدنا معاویہؓ کے ہاتھوں یہ جزیرہ فتح ہوا اور اسی غزوہ کے دوران ام حرامؓ شہید ہوئیں اور اس غزوہ کے سپہ سالار کے متعلق صحیح بخاری میں وضاحت ہے کہ وہ سیدنا معاویہؓ تھے۔

اس حدیث میں جس دوسرے لشکر کے متعلق ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ مدینۃ قیصر (قیصر روم کے پایہ تخت) پر حملہ آور ہوگا تو اس سے کونسا شہر مراد ہے؟ اکثر مؤرخین نے مدینہ قیصر سے قسطنطنیہ مراد لیا ہے، اور بعض کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد قسطنطنیہ نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد حمص ہے جو قیصر روم کا پایہ تخت تھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت یہ حدیث بیان فرمائی تھی تو اس وقت قیصر روم کا پایہ تخت حمص ہی تھا، چنانچہ حافظ ابن حجر العسقلانیؒ فرماتے ہیں۔

'وجوز بعضهم ان المراد بمدينة قيصر المدينة التي كان بها يوم قال النبي صلى الله عليه وسلم تلك المقالة وهي حمص و كانت دار مملكة اذا ذالك، وهذا يندفع بأن في الحديث ان الذين يغزون البحر قبل ذلك وان أم حرام فيهم، وحمص كانت قد فتحت قبل الغزوة التي كانت فيها أم حرام والله اعلم.

''اور بعض نے مدینۃ قیصر سے وہ شہر مراد لیا ہے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات (خوشخبری) ذکر فرمائی تھی تو وہ حمص تھا اور وہ اس وقت اس کی مملکت کا پایہ تخت تھا اور یہ بات اس کے خلاف ہے اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ بے شک وہ لوگ جو سمندری جہاد کریں

گے ان کا ذکر (حمص والوں سے) پہلے ہے اور ام حرامؓ ان میں شامل تھیں، جبکہ حمص اس (سمندری) غزوہ سے پہلے ہی کہ جس میں ام حرام شریک تھیں فتح ہو چکا تھا۔" (فتح الباری ۶/۱۰۳)

اور مندرجہ ذیل حدیث میں بھی حمص کے (پایہ تخت ہونے کا) ذکر موجود ہے۔ کیونکہ اس شہر میں قیصر روم رہتا تھا۔

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کو دعوت اسلام کا ایک خط لکھ کر دحیہ کلبی کے ذریعے بھیجا اور اس سے فرمایا: یہ خط بصریٰ کے حاکم (حارث بن شمر) کو پہنچا دینا تا کہ وہ اسے قیصر تک پہنچا دے۔

وكان قيصر لما كشف الله عنه جنود فارس مشى من حمص الى ايلياء شكرا لما أبلاه الله ...... الخ

اور قیصر کا حال یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے فارس کی فوجوں کو اس سے (اور روم سے) واپس کر دیا تو وہ (اپنے دارالخلافہ) حمص سے بیت المقدس گیا تا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر جو عنایت فرمائی ہے اس کا وہ شکر ادا کرے...... (آخر حدیث تک) **(صحیح بخاری کتاب الجهاد باب ۱۰۲، دعاء النبی صلی الله علیه وسلم الی الاسلام والنبوة (۲۹۴۰)**

اس حدیث سے حافظ صاحب کے قول کی تصدیق ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جس وقت یہ خوشخبری ذکر فرمائی تھی تو اس وقت مدینۃ قیصر حمص تھا۔

جیش مغفور کا تعین

وہ کونسا لشکر تھا کہ جو اول جیش کا مصداق تھا اور اس کے تمام شرکاء ''مغفور لہم'' کے مصداق تھے، چنانچہ اس سلسلہ کی ایک اہم اور واضح حدیث ملاحظہ فرمائیں،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حرامؓ کے ہاں جو خواب دیکھے تھے اسی طرح کے خواب آپ نے ایک دوسری خاتونؓ کے ہاں بھی دیکھے چنانچہ اس سلسلہ کی روایت ملاحظہ فرمائیں:

حدثنا عبدالرزاق، حدثنا معمر، عن زید بن اسلم، عن عطاء بن یسار ان امراۃ حدثته، قالت: نام رسول اللہ ﷺ، ثم استیقظ وھو یضحک، فقلت: تضحک منی یا رسول اللہ؟ قال: ''لا، ولکن من قوم من امتی یخرجون غزاۃ فی البحر، مثلھم مثل الملوک علی الاسرۃ''. قالت: ثم نام، ثم استیقظ ایضا یضحک، فقلت: تضحک یا رسول اللہ منی؟ قال: ''لا، ولکن من قوم من امتی یخرجون غزاۃ فی البحر، فیرجعون قلیلۃ غنائمھم مغفورا لھم'' قالت: ادع اللہ ان یجعلنی منھم، فدعا لھا، قال: فاخبرنی عطاء بن یسار، قال: فرأیتھا فی غزاۃ غزاھا المنذر بن الزبیر الی ارض الروم وھی معنا، فماتت بارض الروم

سیدنا زید بن اسلمؒ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عطاء بن یسارؒ نے فرمایا کہ ایک خاتون نے ان سے حدیث بیان کی، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ان کے گھر تشریف لائے اور) سو گئے اور پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول، کیا آپ مجھ پر ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں (بلکہ میں نے خواب میں دیکھا کہ) امت کے کچھ لوگ دریا میں جہاد کی غرض سے سوار ہو کر جا رہے ہیں، ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسے

بادشاہ اپنے تخت پر بیٹھے ہوتے ہیں۔ صحابیہؓ بیان فرماتی ہیں کہ (اس کے بعد) آپ دوبارہ سو گئے اور دوبارہ اسی طرح ہنستے ہوئے بیدار ہوئے میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ مجھ پر ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں لیکن میں نے اپنی امت کے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ دریا میں جہاد کے لئے جا رہے ہیں، پھر وہ (جہاد سے) واپس پلٹ رہے ہیں اور ان کے ساتھ تھوڑا سا مال غنیمت ہے اور (اس کے ساتھ ہی) انکے لئے پروانہ مغفرت ہے۔ میں نے عرض کیا: آپ دعا فرمائیں کہ میں ان لوگوں میں شامل ہو جاؤں۔ پس آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔ زید بن اسلمؒ بیان کرتے ہیں کہ مجھے عطاء بن یسارؒ نے خبر دی کہ میں نے اس خاتون کو ایک غزوہ میں دیکھا (اور یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب) سیدنا المنذر بن الزبیرؓ نے ارض روم میں جہاد کیا تھا اور وہ خاتون (اسی غزوہ میں) ان کے ساتھ شریک تھیں۔ پس وہ ارض روم میں، (اسی غزوہ کے دوران) وفات پا گئیں"۔

(مسند احمد 435/6، تاریخ دمشق 625/19، مصنف عبدالرزاق (9629)، طبرانی کبیر 325/25، ابوداؤد (2492)، اسد الغابہ 437/7)

سنن ابوداؤد میں عطاء بن یسارؒ بیان کرتے ہیں:

عن اخت ام سليم الرميصاء قالت: نام النبي صلى الله عليه وسلم فا ستيقظ وكانت تغسل رأسها فا ستيقظ و هو يضحك، فقالت يا رسول الله اتضحك من رأسي؟ قال: لا وساق هذا الخبر يزيد و ينقص. قال ابوداود: الرميصاء اخت ام سليم من الرضاعة. (الرقم ٢٤٩٢)

سیدہ ام سلیم کی بہن رمیصاءؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ان کے ہاں) سو گئے، پھر جاگے جب کہ وہ اپنا سر دھو رہی تھیں، آپ جاگے تو ہنس رہے تھے۔ رمیصاء نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ میرے سر (دھونے کی وجہ سے) ہنس رہے ہیں؟ آپ نے

فرمایا: ''نہیں'' اور انہوں نے پوری حدیث بیان کی جس میں کچھ کمی بیشی ہے۔

امام ابوداوٗد فرماتے ہیں: ''رمیصاء ام سلیمؓ کی رضاعی بہن ہیں۔''

حافظ ابن حجر العسقلانیؒ ابوداوٗد کی روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وقد اخرجه عبدالرزاق من الوجه الذی اخرجه منه ابوداؤد فقال عن عطاء بن یسار "ان امرأة حدثته، وساق المتن و لفظه یدل علی انه فی قصة أخری غیر قصة ام حرام فالله اعلم. ''اور تحقیق عبدالرزاق نے بھی اس حدیث کو اسی طریق سے روایت کیا کہ جس طریق سے ابوداوٗد نے حدیث کا متن بیان کیا اور اس حدیث کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ قصہ ام حرامؓ کے قصہ کے علاوہ دوسرا قصہ ہے (فتح الباری ۱۱/۷۳)

حافظؒ، مصنف عبدالرزاق کی حدیث بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں''

وهذا سناد علی شرط الصحیح، وقد اخرج ابو داؤد من طریق هشام بن یوسف عن معمر فقال فی روایته عن عطاء بن یسارعن الرمیصاء اخت ام سلیم، واخرجه ابن وهب عن حفص بن میسرة عن زید بن اسلم فقال فی روایته "عن ام حرام" وکذا قال زهیر بن عباد عن زید بن اسلم. والذی یظهرلی ان قول من قال فی حدیث عطاء بن یسار هذا عن ام حرام وهم، وانما هی الرمیصاء، ولیست ام سلیم وان کانت یقال لها ایضا الرمیصاء کماتقدم فی المناقب عن حدیث جابر، لان ام سلیم لم تمت بارض الروم ولعلها اختها ام عبدالله بنت ملحان فقد ذکرها ابن سعد فی الصحابیات وقال: انها اسلمت و بایعت، ولم اقف علی شیء من خبرها الا ماذکر ابن سعد. فیحتمل ان تکون هی صاحبة القصة التی ذکرها ابن عطاء بن یسار وتکون تأخرت حتی

ادرکھا عطاء، وقصتھا مغایرة لقصة ام حرام من اوجه: الاول ان فی حدیث ام حرام انه ﷺ لما نام کانت تفلی راسه، فی حدیث الاخری انھا کانت تغسل راسھا کما قدمت ذکره من روایة ابی داود، الثانی ظاھر روایة ام حرام ان الفرقة الثانیة تغزو فی البر و ظاھر روایة الاخری انھا تغرو فی البحر. الثالث ان فی روایة ام حرام انھا من اھل الفرقة الاولی وفی روایة الاخری انھا من اھل الفرقة الثانیة. الرابع ان فی حدیث ام حرام ان امیر الغزوة کان معاویة وفی روایة الاخری ان امیر ھا کان المنذر بن الزبیر. الخامس ان عطاء بن یسار ذکر انھا حدثته وھو یصغر عن ادراک ام حرام وعن ان یغزو فی سنة ثمان و عشرین بل وفی سنة ثلاث و ثلاثین، لان مولده علی ماجزم به عمرو بن علی وغیره کان فی سنة تسع عشرة. وعلی ھذا فقد تعددت القصة لام حرام ولا ختھا ام عبدالله فلعل احداھما دفنت بساحل قبرص والا خری بساحل حمص ولم ار من حرز ذلک ولله الحمد علی جزیل نعمه ....

(فتح الباری ج ۱۱/ص ۷۶، ۷۷)

"اور اس حدیث (حدیث ام عبداللہ بنت ملحان) کی اسناد صحیح کی شرط پر ہے۔ اور ابوداؤد نے اسے ہشام بن یوسف عن معمر کی سند سے روایت کیا ہے جس میں عطاء بن یسارؒ، رمیصاءؓ، ام سلیمؓ کی بہن سے روایت کرتے ہیں اور ابن وہب، حفص بن میسرہ سے اور وہ زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں، پس انہوں نے ایک روایت میں ام حرامؓ سے روایت کیا لیکن یہ ان کا وہم ہے اور یہ صرف ام سلیمؓ کی بہن الرمیصاءؓ ہی ہیں اگرچہ انہیں (ام سلیم کو بھی) الرمیصاء کہا گیا ہے جیسا کہ جابرؓ کی حدیث مناقب میں گزری ہے، اس لئے کہ ام سلیمؓ ارض روم میں فوت نہیں ہوئی ہیں اور شاید یہ ام عبداللہ بنت ملحانؓ ہیں اور جن کا ذکر ابن سعد نے صحابیات میں کیا ہے اور کہا

ہے کہ وہ اسلام لائیں اور بیعت کی اور میں نہیں جانتا کہ ابن سعد کے علاوہ کسی اور نے ان کا ذکر کیا ہو۔اور احتمال یہی ہے کہ یہی محترمہ اس قصے کو بیان کرتی ہیں کہ جن کا ذکر عطاء بن یسار نے کیا ہے اور یہ مؤخر ہیں یہاں تک کہ عطاء بن یسار نے ان کو پایا ہے اور ان کے اور ام حرامؓ کے قصہ میں کئی لحاظ سے فرق ہے۔

(۱) حدیث ام حرامؓ میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے تو وہ ان کے سر میں سے جوئیں نکالنے لگیں، اور ام عبداللہؓ کے قصہ میں ہے کہ اس وقت وہ اپنا سر دھو رہی تھیں۔

(۲) ام حرامؓ نے خشکی میں جہاد کیا جبکہ ام عبداللہؓ نے سمندری جہاد کیا تھا۔

(۳) ام حرامؓ کے قصہ میں ہے کہ وہ پہلے لشکر میں تھیں جبکہ ام عبداللہؓ دوسرے لشکر میں شامل تھیں۔

(۴) ام حرامؓ جس لشکر میں تھیں اس کے امیر معاویہؓ تھے جبکہ ام عبداللہؓ جس لشکر میں تھیں اس کے امیر المنذر بن الزبیرؓ تھے۔

(۵) عطاء بن یسارؒ کہتے ہیں کہ انہوں نے ام عبداللہؓ سے حدیث بیان کی ہے کیونکہ وہ ان (ام حرامؓ) کو پانے میں چھوٹے تھے۔ (اس وقت ان کی عمر بہت کم تھی۔) کیونکہ ام حرامؓ کا قصہ ۲۸ھ کا ہے جبکہ ام عبداللہؓ کا ۳۳ھ کا ہے۔ اس لئے کہ ان (عطاء) کی پیدائش ۱۹ھ میں ہے اور جس پر عمرو بن علی وغیرہ نے جزم کیا ہے۔

اور یہ وہ وجوہات ہیں کہ جن کی بناء پر ام حرامؓ اور ام عبداللہؓ کے واقعات دو الگ الگ واقعات ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک (ام حرامؓ) قبرص کے ساحل پر دفن ہوئیں جبکہ (ام عبداللہؓ) ساحل حمص پر دفن ہوئیں اور ان وجوہات کی بناء پر میں ان واقعات کو ایک نہیں سمجھتا اور اللہ ہی کے لئے حمد (تعریف) ہے اس کی عمدہ نعمت کی بناء پر (فتح الباری ج ۱۱ ص ۷۶، ۷۷)

الشیخ احمد عبدالرحمٰن البنا الساعاتیؒ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

(۱)(سنده) حدثنا عبدالله حدثنی ابی ثنا عبدالرزاق ثنا معمر عن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار الخ(غریبه) (۲) لم یصرح باسم المراة فی هذه الروایة والظاهر انها غیر ام حرام التی من ذکرها، وان هذه قصة اخری غیر تلک، لان عطاء ذکر انها حدثته (قال الحافظ) وهو یصغر عن ادراک ام حرام وعن ان یغزوفی سنة ثمان وعشر ین بل وفی سنة ثلاث وثلاثین، لان مولده علی ماجزم به عمر و بن علی وغیره، کان فی سنة تسع عشرة، وعلی هذا فقد تعددت القصة اه (قلت) جاء فی سنن ابی داود عن عطاء بن یسار عن اخت ام سلیم الرمیصاء قالت نام النبیﷺ فذکر الحدیث: وقد صرح فیه باسمها و انهاالرمیصا اخت ام سلیم، قال الحافظ لعلها اختها ام عبدالله بنت ملحان، فیحتمل ان تکون هی صاحبة القصة التی ذکر ها عطاء بن یسار، وتکون تأخرت حتی ادر کها عطاء والله علم(۳) ثبت فی حدیث ام حرام عند الشیخین ان امیر الغزوة کان معاویة، وفی هذه القصة ان امیر ها کان المنذر بن الزبیر و هذا ایضا دلیل علی تعدد القصة(۴) تقدم ان ام حرام ماتت بسا حل الشام ودفنت هناک بساحل حمص هذه ماتت بارض الروم قاله الحافظ، وعلی هذا فقد. تعددت القصة لا م حرام ولا ختها ام عبدالله فلعل احداها دفنت بساحل قبرص والا خری بساحل حمص والله اعلم(تخریجه)(مذ نس) بألفاظ مختلفة وقال الترمذی حسن صحیح(الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی مع مختصر شرحه بلوغ الامانی من اسرار فتح الربانی ج 14ص18طبع دارالاحیاء التراث العربی بیروت)

''اس روایت میں اس خاتون کے نام کی تصریح نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ یہ ام حرامؓ کے علاوہ دوسری خاتون ہیں اور ام حرامؓ کا ذکر گزر چکا ہے اور یہ قصہ ان کے علاوہ دوسرا قصہ ہے کیونکہ عطاء فرماتے ہیں کہ اس خاتون نے یہ حدیث ان سے بیان فرمائی ہے۔ اور حافظؒ فرماتے ہیں کہ وہ (عطاء) ام حرامؓ سے ملاقات کے لحاظ سے چھوٹے ہیں اور اس سے بھی کہ 28ھ کے جہاد میں وہ شریک ہوں یعنی کم عمری کی وجہ سے ان کی ملاقات ام حرام سے ممکن نہیں ہے کیونکہ ام حرامؓ ۲۸ ہجری میں شہید ہوگئی تھیں۔ اور 33ھ کے جہاد میں ان کا شامل ہونا ممکن ہے۔ کیونکہ المنذر بن الزبیرؓ نے 33ھ میں : ارض روم میں جہاد کیا تھا اور ان (عطاء) کی تاریخ پیدائش 19ھ ہے اور اسی تاریخ پر عمرو بن علی وغیرہ نے جزم کیا ہے اور اس طرح یہ بات الگ الگ واقعات ہونے کی دلیل ہے۔ اور سنن ابوداؤ (2492) میں عطاء بن یسارؒ نے اس حدیث کو سیدہ ام سلیمؓ کی بہن سے بیان کیا ہے اور اس حدیث میں اس کے نام کی صراحت ہے کہ وہ (ام سلیم کی بہن) الرمیصاء ہیں اور حافظؒ فرماتے ہیں کہ یہ ان کی بہن ام عبداللہ بنت ملحانؓ ہیں۔ پس اس بات کا یہاں احتمال ہے کیونکہ یہ خاتون خود صاحب قصہ ہیں جن کا ذکر عطاء بن یسارؒ نے کیا ہے اور (یہ ام حرامؓ سے) مؤخر ہیں یہاں تک کہ عطاء نے ان کو پایا ہے (اور ان سے حدیث روایت کی ہے)

بخاری و مسلم کی روایت سے جو ام حرامؓ سے ثابت ہے اس غزوہ کے امیر، معاویہؓ ہیں اور اس واقعہ میں اس غزوہ کے امیر المنذر بن الزبیرؓ ہیں اور یہ بات اس کی دلیل ہے کہ یہ دونوں الگ الگ واقعات ہیں اور جیسا کہ گزر چکا ہے کہ ام حرامؓ ساحل شام پر فوت ہوئیں اور وہیں قبرص میں دفن ہوئیں جبکہ یہ خاتون (ام عبداللہ) ارض روم میں فوت ہوئیں اور یہ بات ابن حجر العسقلانیؒ نے بیان فرمائی ہے۔ اور ام حرامؓ اور ان کی بہن ام عبداللہ کے واقعات الگ الگ واقعات ہونے کی دلیل ہیں۔ کیونکہ ان دونوں خواتین میں سے ایک ساحل قبرص میں دفن

ہوئیں جبکہ دوسری خاتون حمص میں دفن ہوئی ہیں'' (بلوغ الامانی 18/14)

اس حدیث سے بہت سی اہم باتیں منکشف ہوئیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس لشکر کے متعلق ارشاد فرمایا **اول جیش من امتی یغزون البحر فقد اوجبوا**۔ ''میری امت کا جو لشکر پہلا بحری جہاد کرے گا ان کے لئے جنت واجب ہوگئی۔'' اس لشکر کے امیر، معاویہؓ تھے اور اسی لشکر میں ام حرامؓ شریک ہوئی تھیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے اس لشکر میں شمولیت کی دعا کی تھی۔ اور فرمایا تھا کہ تو اسی لشکر میں شریک ہوگی اور بعد والے لشکر میں شریک نہیں ہوگی۔ چنانچہ وہ اسی لشکر میں اپنے شوہر کے ساتھ شریک ہوئیں اور اسی غزوہ کے دوران وہ وفات پا کر شہادت کے مقام پر فائز ہوئیں۔

(۲) ام حرامؓ کا اس لشکر میں شریک ہونا ہی اس بات کی علامت تھی کہ یہ وہی لشکر ہے جس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: **قد اوجبوا** یعنی جنت ان کے لئے واجب ہوگئی۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے لشکر کے متعلق ارشاد فرمایا تھا: **اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لهم** ۔یعنی ''میری امت کا وہ پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا، ان کے لئے پروانہ مغفرت ہے اور اس لشکر کے امیر المنذر بن الزبیرؓ تھے اور یہ وہی لشکر تھا کہ جسے مغفور لهم یعنی'' ان کے لئے پروانہ مغفرت ہے'' کی خوشخبری اور بشارت دی گئی تھی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حرامؓ کی بہن ام عبد اللہؓ کے لئے اس لشکر میں شمولیت کی دعا کی تھی۔ اور وہ اسی جہاد کے دوران وفات پاگئیں۔

(۴) ام عبد اللہؓ کا اس جہاد میں شریک ہونا ہی اس بات کی علامت تھی کہ یہ وہی لشکر ہے کہ جس کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مغفور لهم یعنی ''ان کے لئے پروانہ مغفرت ہے۔'' کی

بشارت دی تھی۔

(۵) اس لشکر کی دوسری بڑی علامت یہ تھی کہ ان کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مغفور لہم کی بشارت دی تھی۔ اور اسی روایت میں یہ بات بھی موجود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کے متعلق ارشاد فرمایا:

فیر جعون قلیلة غنا ئمهم مغفورا لهم ۔ وہ قلیل (تھوڑا سا) مال غنیمت لے کر اور مغفور لہم بن کر لوٹیں گے۔

پس ان حقائق سے واضح ہو گیا کہ اول جیش جس نے ارض روم پر پہلا حملہ کیا تھا وہ المنذر بن الزبیرؓ کا لشکر تھا اور ان کے ساتھ اس لشکر اور جہاد میں ام عبداللہ بنت ملحانؓ بھی شامل تھیں اور جن کی شمولیت ہی اس بات کی علامت تھی کہ یہ وہی اول جیش ہے کہ جس نے ارض روم پر پہلا حملہ کیا تھا۔

مصنف عبدالرزاق ۵/ ۲۸۵ (9629) میں اس خاتون کو امراة حذیفة (حذیفہؓ کی بیوی) کہا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ام عبداللہ بن ملحانؓ کا نکاح حذیفہؓ سے ہوا تھا جبکہ ام حرام بنت ملحانؓ کا نکاح عبادہ بن الصامتؓ سے ہوا تھا اور جہاد کے دوران وہ انہی کے ساتھ تھیں۔

ابوداؤد کی روایت میں اس خاتون کو ام سلیمؓ کی بہن رمیصاء قرار دیا گیا ہے جبکہ رمیصاء خود ام سلیم کا لقب تھا (بخاری ۳۶۷۹) ممکن ہے کہ یہ بھی اپنی بہن کی وجہ سے اسی لقب سے مشہور ہو گئی ہوں حدیث میں جن دو لشکروں کو بشارتیں دی گئی ہیں جن میں سے پہلے لشکر کو **قد اوجبوا** (جنت ان کے لئے واجب ہو گئی) کے الفاظ سے بشارت دی گئی ہے اور اسی لشکر میں ام حرام بنت ملحانؓ، زوجۂ عبادہ بن الصامتؓ شریک ہو کر شہادت کے منصب پر فائز ہوئی تھیں اور اس لشکر کے امیر معاویہؓ تھے جبکہ دوسرا لشکر جسے مغفور لہم (ان کے لئے پروانہ مغفرت ہے) کے الفاظ سے بشارت دی گئی تھی۔ یہ لشکر ارضِ روم پر حملہ کرنے والے لشکروں میں پہلا لشکر تھا

اور اس کے سپہ سالار المنذر بن الزبیرؓ تھے۔ اور اسی لشکر میں ام عبداللہ بنت ملحانؓ شریک ہو کر شہادت کے منصب پر فائز ہو گئیں۔

الشیخ شعیب الارنؤ وط کوز بردست وہم

الشیخ شعیب الارنؤ وط حفظہ اللہ وغیرہ کا اصرار ہے کہ یہ خاتون ام حرام بنت ملحان ہی ہیں اور انہیں رمیصاء وغیرہ کہنا درست نہیں ہے۔ الشیخ پر انتہائی تعجب ہے کہ وہ اتنے بڑے محقق ہو کر اتنی بڑی حقیقت کا کس طرح انکار کر رہے ہیں اور پھر شیخ موصوف نے اس سلسلہ میں کوئی تحقیق بھی نہیں کی۔ اگر وہ تحقیق کرتے تو بہت سے مخفی گوشوں سے پردے اٹھ جاتے لیکن لگتا ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ کو کوئی اہمیت ہی نہیں دی۔ والی اللہ المشتکی۔ حالانکہ یہ کتنی واضح حقیقت ہے، کہ ام حرامؓ والے لشکر کے سپہ سالار معاویہؓ ہیں جبکہ ام عبداللہ والے لشکر کے سپہ سالار المنذر بن الزبیرؓ ہیں۔ معاویہؓ کے لشکر کا حملہ قبرص پر 28ھ میں ہوا جبکہ المنذرؓ کے لشکر کا حملہ ارضِ روم پر ۳۳ھ ہوا۔ اور حدیث میں دونوں لشکروں کو الگ الگ بشارتیں دی گئی ہیں۔ پہلے لشکر کا تعین بخاری و مسلم کی روایات سے ہو گیا جبکہ ان روایات میں اس لشکر کا تعین ہو جاتا ہے کہ جس کا حملہ ارضِ روم پر ہے۔ اور جس کے امیر المنذرؓ ہیں اور جس لشکر کے لئے مغفور لہم کی بشارت ہے اور اس حدیث میں بھی مغفور لہم کے الفاظ موجود ہیں۔ یار لوگوں نے تو جیش مغفور کا سپہ سالار مفت میں یزید بن معاویہ کو بنا ڈالا تھا اور جس کی کوئی واضح دلیل بھی انہوں نے نہیں پیش کی جب کہ اس حدیث میں واضح دلائل اور قرائن جیش مغفور کو متعین کر دیتے ہیں۔ اور **والحمدللہ علی ذلک**۔ نیز اس لشکر میں ام عبداللہؓ کی شمولیت اور پھر ان کی وفات بھی اس لشکر کو واضح طور پر متعین کر دیتی ہے۔

الشیخ شعیب الارنؤوط نے اس روایت کو شیخین کی شرط پر صحیح بھی قرار دیا ہے لیکن اس روایت میں وہم کا بھی ذکر کیا ہے۔ کبھی کبھی بڑے بڑے علماء سے بھی سخت غلطی کا ارتکاب ہو جاتا ہے اور انہیں محسوس تک نہیں ہوتا کہ وہ اس قدر بڑی غلطی کا ارتکاب کر بیٹھے ہیں۔ میں نے ان کی کتاب کے حاشیہ پر لکھ دیا ہے:

فقد وهم شعيب الارنؤوط واصحابه وهي صحابية اخرى اخت ام حرام اسمها ام عبدالله بنت ملحان انظر ۔ الموسوعۃ الحدیثیۃ ۴۵/۴۴۵، اس روایت کے صحیح ہونے کا مطلب یہی ہے کہ اس کا متن بالکل محفوظ ہے کیونکہ متن اگر معلول ہوگا تو روایت کبھی بھی صحیح نہیں ہوسکتی۔ اور پھر یہ روایت کئی سندوں سے مروی ہے لہٰذا اس کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں کیونکہ صحیح بخاری کی روایت میں جن دو لشکروں کو خوش خبری دی گئی ہے ان کا واضح ہونا بھی ضروری ہے اور یہ حدیث اس دوسرے لشکر کی وضاحت کر رہی ہے۔ الشیخ شعیب الارنؤوط سے پہلے بھی کتنے ہی بڑے بڑے علماء اس غلطی کا شکار ہوئے ہیں اور اگر ان کے سامنے مسند احمد اور ابوداؤد کی یہ روایت آجاتی تو ممکن نہیں تھا کہ وہ اتنی بڑی غلطی کے ارتکاب کرتے لیکن لگتا ہے کہ یہ روایت ان سے اوجھل رہی ہے۔ یا بسا اوقات انسان کسی روایت کو بالکل بھول جاتا ہے یا وہ اس پر توجہ دیئے بغیر ہی سرسری طور پر اس سے گزر جاتا ہے لیکن حیرت تو شیخ شعیب پر ہے کہ وہ ایک واضح روایت کے سامنے آجانے کے بعد بھی اس کا انکار کر رہے ہیں اور یا وہ اس روایت کے سیاق وسباق ہی سے بے خبر ہیں جس کی وجہ سے وہ اس کا انکار کر رہے ہیں۔ حالانکہ اس سلسلہ میں حافظ ابن حجر العسقلانیؒ اور الشیخ احمد عبدالرحمٰن البنا الساعاتیؒ نے دلائل کے ساتھ وضاحت بھی فرمادی ہے لیکن اس کے باوجود شیخ موصوف اس حقیقت سے بالکل ہی بے خبر نظر آتے ہیں۔ **ویا للعجب**

حافظ ابن حجر العسقلانیؒ جنہوں نے قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والے لشکر کا سپہ سالار یزید

بن معاویہ کوقرار دیا تھا اور اس سلسلہ میں انہوں نے مہلب کا بے سند قول نقل کیا تھا۔لیکن اس مقام پر وہ اس حدیث کی وجہ سے جیش مغفور کا سپہ سالار المنذر بن الزبیرؓ کوقرار دے رہے ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ یہاں اس کی بالکل واضح اور صریح دلیل موجود ہے جبکہ دوسرے مقام پر یزید کو قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والے جیش کا سپہ سالار کہنے کی دلیل ان کے پاس مہلب کا بے سند قول ہی ہے۔لہٰذا ثابت ہوا کہ یزید کو جیش مغفور کا سپہ سالار کہہ کر ان سے غلطی ہوئی ہے اور ان کا دل بھی اس بات پر مطمئن نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ وہ ایک مقام پر یزید کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جہاد ہر امیر کی ماتحتی میں جائز ہے (چاہے وہ ظالم ہی کیوں نہ ہو) اور پھر وہ فرماتے ہیں۔ و یزید یزید اور پھر یزید تو یزید ہی تھا۔اس طرح انہوں نے یہ جملہ کہہ کر یزید کے سیاہ کارناموں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ارضِ روم سے حمص مراد ہے یا قسطنطنیہ؟

اس تحقیق پر ایک اعتراض یہ کیا جاسکتا ہے کہ حمص تو بہت پہلے سیدنا عمرؓ کے دور خلافت ہی میں 15ھ میں فتح ہو چکا تھا اور اسے فتح کرنے والے سیدنا ابوعبیدہ بن الجراحؓ اور سیدنا خالد بن الولیدؓ تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس بات میں اختلاف ہے کہ وہ کونسا سپہ سالار تھا کہ جس نے حمص پر پہلا حملہ کیا تھا، اگر اس تاریخی روایت کو تسلیم کیا جائے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حمص کو فتح کرنے والے ابوعبیدہ بن الجراحؓ اور خالد بن الولیدؓ تھے اس میں شک نہیں کہ حمص، قبرص سے پہلے فتح ہو چکا تھا۔جیسا کہ حافظؒ نے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔اس سلسلے میں اگرچہ تاریخی روایات سخت ضعیف ہیں جیسا کہ صحیح تاریخ الطبری کے محقق نے یہ بات ذکر کی ہے لیکن احادیث کے تتبع سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حمص سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فتح

ہو چکا تھا اور ان فتوحات میں سیدنا ابوعبیدہ بن الجراحؓ اور سیدنا خالد بن ولیدؓ دونوں شریک تھے۔
ایک حدیث میں سیدنا عیاض بن غنم الفہری رضی اللہ عنہ کے حمص میں موجودگی کا ذکر آتا ہے جب کہ وہ کچھ لوگوں کو سزا دے رہے تھے۔ دیکھئے: مسند احمد ۳/۴۰۴ رقم: ۱۵۳۳۵، ابن حبان (۵۶۱۲)، الطبرانی فی الکبیر ۲۲/ (۴۴۱) غالباً اس وقت آپ حمص پر عامل تھے۔ عمرؓ نے ان کو شام پر عامل مقرر فرمایا تھا۔ آپ نے الجزیرہ اور شام میں بہت سے فتوحات بھی کی تھیں جب سیدنا ابوعبیدہ بن الجراحؓ کی ۱۸ھ میں وفات ہوگئی تو انہوں نے اپنے بعد اپنے چچا زاد عیاض بن غنمؓ کو امیر مقرر فرمادیا تھا اور عمرؓ نے انہیں ان کے اس عہدے پر برقرار رکھا تھا پھر ۲۰ ہجری میں ان کا بھی انتقال ہوگیا۔ دیکھئے تاریخ الصحابہ لابن حبان ص ۱۹۳ رقم ۱۰۲۳، کتاب الثقات لابن حبان ۳/ ۳۰۸، الاستیعاب لابن عبدالبر القرطبی۔ اسی طرح بہت سے صحابہ کرام کی حمص میں موجودگی احادیث سے ثابت ہے مثلاً سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ دیکھئے بخاری (۵۰۰۱)، مسلم (۱۸۷۰)، مسند احمد ۱/ ۳۷۸ (۳۰۹۱)، وحشی بن حرب الحبشی الحمصیؓ، عبیداللہ بن عدی بن الخیارؓ، بخاری (۴۰۷۲)، مسند احمد ۳/ ۵۰۱ (۱۶۰۷۷)، ابوالدرداء (مسند احمد ۵/ ۱۹۶ (۲۱۷۱۰، ۲۱۷۲۴)، ابوداؤد (۵۴۷)، نسائی (۸۴۷)، ابن خزیمہ (۱۴۸۶)، مستدرک ۳/ ۳۴۴، ثوبان رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن قُرط الازدیؓ (مسند احمد ۵/ ۲۸۰)، (۲۲۴۱۸) وغیرھم

اس صحیح روایت سے یہ اٹل حقیقت تو بالکل واضح ہو چکی ہے کہ اول جیش اور مغفورلہم لشکر کے سپہ سالار تو بلاشبہ المنذر بن الزبیرؓ ہی تھے، البتہ ارضِ روم میں اختلاف ہے کہ آیا وہ حمص ہی ہے یا اس سے مراد قسطنطنیہ ہے اور جیسا کہ شروع میں واضح کیا گیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں قیصر روم کا پایہ تخت حمص ہی تھا۔ البتہ حمص کے فتح ہو جانے کے بعد قیصر کا پایہ تخت قسطنطنیہ بن گیا تھا اور صحابہ کرام کے دور میں قیصر کا پایہ تخت قسطنطنیہ ہی تھا اور اس کی تائید بھی ایک حدیث سے ہوتی ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قسطنطنیہ کو مدینۃ ہرقل قرار دیا

ہے، چنانچہ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد بیٹھے ہوئے (احادیث) لکھ رہے تھے کہ اس دوران آپ سے یہ سوال پوچھا گیا:

ای المدینتین تفتح اولا: قسطنطینة او رومیة؟ فقال رسول اللہ صلی علیہ وسلم: "مدینة ھرقل تفتح اولا" یعنی قسطنطینة

"کونسا شہر پہلے فتح کیا جائے گا، قسطنطنیہ یا رومیہ؟ پس رسول اللہ صلی اللہ عیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہرقل کا شہر پہلے فتح کیا جائے گا۔ یعنی قسطنطنیہ"

(مسند احمد ۲/۱۷۶، ح: ۶۶۴۵، وسندہ حسن، مستدرک ۴/۵۵۵ وقال الحاکم: ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ واقرہ الذھبی) نیز ملاحظہ فرمائیں، مستدرک ۴/۴۲۲

اوپر ذکر کردہ دلیل اور اس دلیل کو ملانے سے ثابت ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مدینہ قیصر حمص ہی تھا لیکن جب فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا تو حمص فتح ہوگیا اور پھر ہرقل نے قسطنطنیہ کو اپنا پایہ تخت بنالیا تھا اور یہ بھی ممکن ہے کہ جس وقت قسطنطنیہ فتح ہوگا اس وقت بھی روم کا پایہ تخت قسطنطنیہ ہی ہوگا۔ جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہو رہا ہے کیونکہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قسطنطنیہ کو مدینہ ہرقل قرار دیا ہے۔

اور اگر ارضِ روم سے قسطنطنیہ ہی مراد ہو جیسا کہ سیدنا محمود بن الربیع کی روایت میں بھی ارض روم سے قسطنطنیہ ہی مراد ہے تو تب بھی قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والا پہلا سپہ سالار المنذر بن الزبیر رضی اللہ عنہ ہی ہیں کیونکہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۳۲ھ میں مضیق قسطنطنیہ پر حملہ کیا تھا اور ۳۳ھ میں المنذر بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے براہ راست قسطنطنیہ پر حملہ کیا تھا اور بقول حقانی صاحب اور پروفیسر ڈاکٹر شریف شاکر صاحب کے کہ مضیق قسطنطنیہ اور قسطنطنیہ دو الگ الگ مقامات ہیں اور اس طرح یہ حملہ قسطنطنیہ

پر پہلا حملہ تھا۔ کیونکہ مضیق قسطنطنیہ اور قسطنطنیہ میں فرق ہے اور عطاء بن یسارؒ کی روایت اس پر نص صریح ہے۔ بہر حال ہر صورت میں یزید بن معاویہ اول جیش میں شامل نہیں تھا کیونکہ ان سنوں میں یزید بن معاویہ کی عمر بہت کم تھی اور محمود بن الربیعؓ کی روایت سے ہم نے ثابت کیا تھا کہ وہ معاویہؓ کے دور کا بالکل آخری حملہ تھا کیونکہ ابوایوب انصاریؓ اس میں شامل تھے اور انہوں نے اسی جہاد کے دوران وفات پائی تھی۔ اور انہیں قسطنطنیہ کی فصیل کے قریب دفن کیا گیا تھا۔ تفصیل گزشتہ مضامین میں دیکھی جاسکتی ہے۔ **ھذا ماعندی واللہ علم بالصواب**

کتبہ ابو جابر عبداللہ دامانوی

۸ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ بمطابق یکم مارچ 2012ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مصنف کی دیگر کتب کا تعارف

(۱) الدین الخالص (پہلی قسط) پردہ اٹھتا ہے:

جس میں عذاب قبر کا اثبات قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کے ذریعے کیا گیا ہے اور ڈاکٹر عثمانی نے احادیث میں جو تحریفات کی ہیں انکو اور اس کے مغالطوں، فراڈ اور تلبیسات کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر موصوف نے دراصل اہل حق کو چھوڑ کر باطل و گمراہ فرقوں کی راہ کو اختیار کر لیا تھا اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہو گیا اور دوسرے لوگوں کو بھی اس نے گمراہ کر دیا۔

(۲) الدین الخالص (دوسری قسط) ''دیتے ہیں دھوکا یہ بازیگر کھلا''

جس میں عذابِ قبر کے دلائل کے علاوہ ڈاکٹر عثمانی کی کتب میں ذکر کردہ دھوکے، فراڈ وغیرہ کی مثالیں عکوس کے ذریعے پیش کی گئی ہیں۔ منکرین نے اس کتاب کا جواب دینے میں خوب کوششیں کیں ہیں لیکن وہ اس کتاب کا جواب پیش نہیں کر سکے ہیں حالانکہ اس کتاب کو شائع ہوئے تقریباً پچیس سال ہو چکے ہیں۔ نیز جوابات دینے سے اس فرقے کی اصل پوزیشن بالکل واضح اور عیاں ہو چکی ہے اور یہ فرقہ اب فرقِ ضالہ کی ایک بازگشت ہے اور گمراہ اور باطل فرقوں کا اس نے مکمل روپ دھار لیا ہے کیونکہ گمراہ فرقے قرآن و حدیث میں زبردست تحریفات کرتے ہیں اور اپنے باطل و

گمراہ کن عقائد ونظریات کو اہلِ ایمان پر مسلط کرنے کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں اور یہی کچھ یہ برزخی وعثمانی فرقہ بھی کر رہا ہے۔

(۳) دعوت قرآن کے نام سے قرآن وحدیث میں تحریف:

ڈاکٹر عثمانی کے ایک اندھے مقلد ابو انور جدون نے الدین الخالص (دوسری قسط) کا جواب لکھنے کی سعی کی ہے۔ اس کتاب میں موصوف کی ہفوات کا جواب دلائل کے ساتھ دیا گیا ہے۔ موصوف نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی ذات پر بھی ناروا حملے کئے ہیں اور امام موصوف کی ضد میں اس نے قرآن کریم کو بھی مخلوق قرار دے ڈالا ہے اور اس طرح موصوف نے مشرکین عرب کے ساتھ اپنی یکجہتی اور ہمنوائی کا بھی اعلان کر دیا ہے۔ مشرکین بھی قرآن کریم کو اللہ کا کلام نہیں مانتے تھے بلکہ نبی ﷺ کا خودساختہ کہتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان برزخیوں کو امام احمدؒ سے دشمنی کرنیکا یہ صلہ دیا ہے، اب دیکھتے ہیں کہ موصوف آئندہ کیا اعلان کرتے ہیں۔ نیز اسلام میں جو گمراہ اور باطل فرقے گزرے ہیں مثلاً خوارج، جہمیہ، معتزلہ وغیرہ موصوف عملاً گمراہ اور باطل فرقوں کے عقائد ونظریات اپنا کر ان میں شامل ہو چکے ہیں۔ موصوف کے استاد نے بھی مرنے سے پہلے **آمَنُوا بِاللهِ وَرُسُلِهِ** (ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر)، (دعوت الی اللہ ص ۱۵ طبع قدیم) کا بھی انکار کر دیا تھا موصوف لکھتے ہیں کہ ہم اس کو صحیح نہیں سمجھتے۔ گویا اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولوں پر ایمان موصوف کے استاد کے نزدیک درست عقیدہ نہیں ہے۔ حالانکہ قرآن کریم میں اس مضمون کی کئی آیات موجود ہیں۔ اب دیکھتے ہیں کہ موصوف اپنے استاد کے اس عقیدے کا کس طرح دفاع کرتے ہیں ور دوسرے گمراہ اور باطل فرقوں کا بھی؟ یا موصوف بھی اپنے استاد کی طرح امنو باللہ

ورسلہ کا انکار کر کے ایمان کا انکاری ہو کر مرتے ہیں؟ بہر حال اس کتاب کے منظر عام پر آنے کے بعد موصوف نے اپنی کتاب ہی کو منظر عام سے غائب کر دیا۔ حالانکہ موصوف نے لکھا تھا کہ اگر اخلاص کے ساتھ کسی نے اس کی اصلاح کی تو وہ اپنی اصلاح کرلیں گے لیکن لگتا ہے کہ موصوف اپنی اصلاح نہیں چاہتے بلکہ وہ فزادھم اللہ مرضاً کا مصداق بنتے جارہے ہیں۔

(۴) عذاب قبر کی حقیقت:

اس کتاب میں عذاب قبر کی احادیث پر کیئے گئے اعتراضات کے دندان شکن جوابات دیئے گئے ہیں، علاوہ ازیں عذاب قبر کی حقیقت کو بھی واضح کیا گیا ہے اور ڈاکٹر عثمانی نے عذاب قبر کے سلسلہ میں جو ایک نیا فلسفہ پیش کیا ہے اور اس فلسفہ کے ذریعے عذاب میت اور عذاب قبر کا جو انکار کیا ہے، اس کا جواب احادیث صحیحہ کے ذریعے دیکر اس فلسفہ کی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے اور اس فلسفہ کو جھوٹ اور ڈاکٹر موصوف کا خود ساختہ قرار دیا گیا ہے کیونکہ نئے جسم کا فلسفہ قادیانی فلسفہ ہے اور برزخی قبر کا تصور ملت جعفریہ سے اسمگل کیا گیا ہے۔ نیز موصوف نئے جسم کے ساتھ تیسری زندگی کے بھی قائل تھے اور اس طرح اس نے امام احمد بن حنبلؒ پر جو کفر کے فتوے داغے تھے تو موصوف اپنے ہی فتوؤں سے خود ہی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے اور اس طرح وہ خسر الدنیا والاخرۃ ذلک ھوالخسر ان المبین کا مصداق بن گئے۔

(۵) جامع الدین الخالص، عقیدہ عذاب قبر:

عذاب قبر پر جو کتب مصنف نے تحریر کی ہیں یہ ان تمام کتب کا مجموعہ ہے نیز

اس کتاب میں تمام ذکر کردہ احادیث کی مکمل تحقیق و تخریج بھی کردی گئی ہے اور صحیح احادیث کو حجت و دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور عذاب قبر پر جامع اور مکمل بحث کی گئی ہے گویا یہ کتاب ایک مکمل علمی دستاویز ہے اور عذاب قبر پر کیئے گئے تمام اعتراضات کے جوابات بھی دیئے گئے ہیں اور عثمانی تلبیسات اور دھوکے و فراڈ کو بھی واضح کردیا گیا...... یہ کتاب زیر طبع ہے۔

(٦) دینی امور پر اجرت کا جواز:

دینی امور پر اجرت کے سلسلہ میں احادیث صحیحہ اور آثار پیش کیئے گئے ہیں اور اس سلسلہ کے تمام شبہات اور مغالطوں کے ٹھوس اور دندان شکن جوابات بھی دیئے گئے ہیں۔ نیز فریق مخالف کا فتویٰ ہے کہ دینی امور پر اجرت حرام ہے جبکہ اس فرقہ کے قول و فعل میں خود تضاد موجود ہے کیونکہ یہ خود دینی امور پر اجرت دیتے ہیں مثلاً یہ اپنا لٹریچر چھپوانے پر اجرت، دینی کتب وغیرہ کے خریدنے پر اجرت، مساجد کی تعمیر پر اجرت، بچوں کی دینی تعلیم پر جو قاری مقرر کیئے گئے انہیں بھی اجرت، جن مساجد میں انہوں نے امام و خطیب مقرر کرر کھے ان کو بھی اجرت، جو ورکر انہوں نے لٹریچر تقسیم کرنے اور اس کا انتظام کرنے پر مقرر کرر کھے ہیں ان کو بھی یہ اجرت، چھپا ہوا لٹریچر مسجد و مرکز تک پہنچانے کیلئے بھی یہ اجرت دیتے ہیں۔ لہٰذا ان کیلئے لازم ہے کہ اجرت دینے والے تمام حرام خوروں کو یہ اپنی جماعت سے نکال باہر کریں تا کہ جماعت حرام خوری اور اجرت کے الزام سے بری ہوجائے۔

(٧) الفرقۃ الجدیدہ جماعت المسلمین رجسٹرڈ کے بانی مسعود احمد بی ایس سی کا علمی محاسبہ:

جماعت المسلمین رجسٹرڈ کے بانی مسعود احمد بی ایس سی نے اپنی ایک جماعت "جماعت المسلمین رجسٹرڈ" بنائی اور موصوف نے اس کے متعلق یہ دعویٰ کیا کہ یہ وہ جماعت ہے کہ جس سے چمٹنے اور اس کے ساتھ رہنے کا حکم نبی ﷺ نے دیا ہے لیکن موصوف کا یہ دعویٰ کھلا جھوٹ، دھوکا اور فراڈ ہے کیونکہ ذخیرہ احادیث کو کھنگالنے سے پتا چلتا ہے کہ جماعت المسلمین سے مسلمین کی خلافت اور اس کے امام سے مسلمانوں کا خلیفہ مراد ہے۔ اس کتاب میں موصوف کے جھوٹے دعووں کا بھانڈا پھوڑا گیا ہے اور موصوف کو جھوٹا، مکار، دھوکا باز اور فراڈی ثابت کیا گیا ہے اور تمام مسلمانوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ وہ اس دھوکا اور فراڈ کا حصہ نہ بنیں۔ یہ کتاب شروع میں دو سو صفحات پر مشتمل تھی اور اب نظر ثانی کے دوران اس میں دیگر اہم اور تحقیقی مضامین کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے اور اب یہ ایک علمی دستاویز ہے اور اس کتاب کا علمی و تحقیقی جواب نہ تو موصوف خود دے سکے ہیں اور نہ ہی ان کی جماعت میں کوئی ایسا محقق موجود ہے کہ جو اس علمی دستاویز کا کوئی جواب دے سکے۔ اس کتاب نے شروع ہی سے فرقہ مسعودیہ کو لاجواب کر دیا تھا اور اب تک یہ کتاب لاجواب ہے۔ ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ اس کتاب کا مقدمہ فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علیزئی حفظہ اللہ نے لکھا، نیز علامہ محمد ناصر الدین البانیؒ کا ایک فتویٰ بھی اس جماعت کے متعلق اس کتاب کی زینت ہے۔

اس کتاب نے بہت سے لوگوں کی راہنمائی کی اور بہت سے لوگوں کیلئے یہ کتاب گمراہی سے نکلنے کا سبب بھی بنی۔

(۸) خلاصہ الفرقۃ الجدیدہ: اس کتاب کو الفرقۃ الجدیدہ کے خلاصہ کے طور پر تحریر کیا گیا ہے اور اس میں بھی کافی معلومات اکٹھی کی گئی ہیں۔ نیز موصوف کے کتابچہ "الجماعۃ القدیمہ کا جواب بھی اس کتاب میں موجود ہے۔

(۹) جماعت المسلمین رجسٹرڈ کی حقیقت:

اس کتاب میں جماعت المسلمین رجسٹرڈ کی اصل حقیقت کو واضح کیا گیا ہے، موصوف نے خلیفہ والی روایت پر جو جرح کی ہے اسے اصول حدیث کے مطابق غلط ثابت کیا گیا ہے، نیز موصوف کے اصول کے مطابق بھی یہ جرح غلط و باطل ثابت کی گئی ہے۔ موصوف نے الجماعۃ القدیمہ میں جو کچھ لکھا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ موصوف سخت بدحواس ہو گئے تھے یہی وجہ ہے کہ اس نے ایک ایسا اصول ذکر کر دیا ہے کہ جس سے کوئی حدیث بھی صحیح ثابت نہیں ہو سکتی۔ مثلاً ایک حدیث اگر مختلف الفاظ سے مروی ہے تو وہ مضطرب ہو جائیگی اور مضطرب حدیث ضعیف ہوتی ہے۔ بہرحال یہ کتاب اہل علم و محققین کیلئے ایک نادر تحفہ ہے۔ نیز اس کتاب میں **الجماعة القديمه** کے تفصیلی جوابات بھی دیئے گئے ہیں۔

(۱۰) عقیدہ عذاب قبر:

اس کتاب کو الدین الخالص کے خلاصہ کے طور پر تحریر کیا گیا تھا اور اب اسے ''عذاب قبر کی حقیقت'' میں سمو دیا گیا ہے۔

(۱۱) جماعت المسلمین کے امیر کی حقائق سے چشم پوشی:

یہ مختصر سا رسالہ بھی جماعت المسلمین کے دعووں کی قلعی کھولنے کیلئے تحریر کیا گیا ہے اور اس میں جماعت سے کنورڈ ہونے والے افراد کی شہادتیں بھی اس جماعت کیخلاف موجود ہیں۔

(۱۲) عقیدہ نور من نور اللہ قرآن و حدیث کی روشنی میں:

عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو نور من نور اللہ قرار دیا بلکہ ان کو اللہ بھی کہا اور اللہ کا بیٹا بھی قرار دیا۔ مسلمانوں میں بھی جب غالی بدعتی اور مشرک قسم کے افراد پیدا

ہوئے تو انہوں نے بھی نبی ﷺ کو اللہ کا نور کہا پھر نور من نور اللہ کہا اور آپ کو اللہ کی ذات کا جزء تک بنا ڈالا۔

اس کتاب میں ثابت کیا گیا ہے کہ تمام انبیاء کرام بشر (انسان) تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دو قسم کی مخلوق میں سے رسول بنائے، انسانوں میں سے یا فرشتوں میں سے (حج آیت ۷۵) فرشتے، انبیاء کرام تک پیغام پہنچاتے تھے جبکہ انبیاء کرام انسانوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا کرتے تھے۔ اسی طرح نبی ﷺ بھی بشر اور انسان ہی تھے صحابہ کرام بھی آپ کو بشر ہی مانتے تھے اور جب آپ بشر تھے تو آپ کا سایہ بھی تھا۔ نیز اس کتاب میں عقیدہ وحدۃ الوجود پر بھی گفتگو کی گئی ہے۔ ان تمام مسائل کو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ثابت کیا گیا ہے۔

(۱۳) قرآن وحدیث میں تحریف:

اہل دیوبند نے اپنے مخصوص مقاصد کیلئے قرآن وحدیث کو بھی معاف نہیں کیا اور قرآن وحدیث میں تحریف کر ڈالی چنانچہ ان کی ان خیانتوں کو اس کتاب میں عکوس کے ذریعے واضح کیا گیا ہے اور یہ انتہائی علمی وتحقیقی مضامین ہیں کہ جن کو بڑی محنت اور عرق ریزی سے ترتیب دیا گیا ہے کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس کے مطالعہ ہی سے ہو سکے گا۔

(۱۴) نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا سنت ہے:

یہ کتاب بنوری ٹاؤن کے مفتی صاحبان کے جواب میں لکھی گئی ہے جس میں سورۃ فاتحہ کو نماز جنازہ میں پڑھنے کے دلائل ذکر کیے گئے ہیں۔ دیوبندی حضرات ایک طرف نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی تلاوت کو منع کرتے ہیں لیکن پھر وہ دوسرے ہی لمحے کہتے

ہیں کہ اگر سورۃ فاتحہ کو بطور دعا کے پڑھ لیا جائے تو یہ جائز ہے۔ معلوم نہیں کہ یہ فلسفہ وہ کہاں سے لیکر آئے ہیں بہرحال احادیث سے یہ واضح ہے کہ صحابہ کرام اسے نبی ﷺ کی سنت سمجھتے ہیں اور دلائل سے یہی کچھ واضح ہے۔

(۱۵) صلوٰۃ الجنازہ کا مسنون طریقہ:

صلوٰۃ جنازہ کا مسنون طریقہ نیز نماز جنازہ کے دیگر مسائل کا بیان اس رسالہ میں موجود ہے۔

(۱۶) یزید بن معاویہ اور جیش مغفور لھم:

اس کتاب کے پہلے باب میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یزید بن معاویہ جیش مغفور کے سپہ سالار نہیں تھے بلکہ ان کا قسطنطنیہ پر حملہ سب سے آخری حملہ تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ سیدنا ابوایوب انصاریؓ جو عبدالرحمٰن بن خالد بن الولیدؓ کے ساتھ قسطنطنیہ کی جنگ میں شریک تھے اور اس کے بعد یزید بن معاویہ کے ساتھ بھی انہوں نے قسطنطنیہ کی جنگ میں حصہ لیا تھا اور پھر اسی غزوہ کے دوران وہ وفات پا گئے تھے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یزید کا یہ حملہ بالکل آخری حملہ تھا دوسرے باب میں الشیخ مولانا عبدالولی حقانی صاحب اور الشیخ ڈاکٹر شریف شاکر صاحب نے مصنف کے مضمون پر جو اعتراضات کئے ہیں ان کے جوابات ذکر کئے گئے ہیں اور تیسرے باب میں قسطنطنیہ کے پہلے سپہ سالار پر تحقیق مزید پیش کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ جیش مغفور کے سپہ سالار سیدنا المنذر بن الزبیرؓ تھے۔

(۱۷) یزید کی شخصیت احادیث و آثار صحابہ کرام اور اقوال سلف صالحین کی روشنی میں:

یہ ایک علمی و تحقیقی کتاب ہے جس میں یزید کی شخصیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی

ہے۔اور اس کی اصل حیثیت واضح کی گئی ہے۔

(۱۸) بے اختیار خلیفہ کی حقیقت:

یہ جماعت بھی اپنے آپ کو جماعت المسلمین کے خوشنما نام سے متعارف کرواتی ہے اور اپنے امیر کو خلیفہ قرار دیتی ہے اور اس کے لئے لوگوں سے بیعت بھی لیتی ہے اس جماعت کی حقیقت کو اس کتاب میں واضح کیا گیا ہے۔یہ مضمون ماہنامہ الحدیث حضرو شمارہ نمبر۲۲ میں چھپ چکا ہے۔

(۱۹) مسئلہ وضع الیدین بعد الرکوع کا علمی و تحقیقی جائزہ:

اس کتاب میں ثابت کیا گیا ہے کہ رکوع کے بعد ہاتھوں کو باندھنے کا کوئی بھی ثبوت نبی ﷺ، صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین وغیرھم سے نہیں ملتا بلکہ یہ مسئلہ چودھویں صدی کی پیداوار ہے اور اس سے پہلے اس کا کہیں بھی نام ونشان نہیں ملتا اور اس سلسلہ میں جو مغالطے دیئے جاتے ہیں دلائل سے ان کا رد کیا گیا ہے۔یہ کتاب عنقریب منظر عام پر آرہی ہے۔

(۲۰) مسئلہ طلاق ثلاثہ اور شبہات کا ازالہ

(۲۱) حکم طلاق الثلاث:

یہ کتاب بنوری ٹاؤن کے ایک مفتی کے جواب میں تحریر کی گئی ہے، اور اس کے اعتراضات کے جوابات بھی تحریر کئے گئے ہیں۔

(۲۲) دین طریقت (تصوف) کی حقیقت:

یہ کتاب 1976ء میں دو مرتبہ چھپ کر اب نایاب ہو چکی ہے۔اس کتاب میں تصوف کا اصلی چہرہ نمایا کیا گیا ہے۔

(۲۳) کتاب الصلوٰۃ:

یہ کتاب مصنف نے 1975ء میں تحریر کی تھی اور اس وقت وہ حزب اللہ نامی جماعت میں شامل تھے اور یہ وہ دور تھا کہ جب فکر اہل حدیث ان پر غالب نہیں تھا اور وہ حنفیت سے بھی متاثر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ رفع یدین، فاتحہ خلف الامام اور آمین بالجہر کے متعلق اس کتاب میں کمزور موقف اختیار کیا گیا تھا۔ لہٰذا اس کتاب سے انہوں نے براءت کا اظہار کر دیا ہے اور کسی صاحب کیلئے جائز نہیں کہ وہ اس کتاب سے ان کے خلاف کوئی حوالہ پیش کرے اور اسے ان کا موقف بتائے۔ ان شاء اللہ عنقریب اس موضوع پر ایک اہم علمی دستاویزی کتاب پیش کی جائیگی۔ بہرحال اس کتاب سے انہوں نے رجوع کا اعلان کر دیا ہے۔

(۲۴) حرمت رضاعت پانچ بار دودھ پینے سے ثابت ہوتی ہے:

بنوری ٹاؤن کے ایک فتویٰ کا جائزہ اس کتاب میں پیش کیا گیا ہے۔

(۲۵) مقالات:

مصنف کے بعض وہ مضامین جو ماہنامہ الحدیث حضرو، ماہنامہ محدث لاہور اور دیگر رسالوں میں شائع ہوئے ہیں، انہیں مقالات کی شکل دی جائیگی اور ماہنامہ الحدیث کی طرف سے مصنف کے وہ مضامین جو اس میں شائع ہوئے تھے انہیں مقالات کی شکل میں شائع کر دیا گیا ہے اور اس کتاب میں دوسرے اہل علم کے مضامین بھی شامل ہیں۔

یزید بن معاویہ کی شخصیت

احادیث، آثار صحابہ کرام وتابعین عظام اور سلف صالحین کی روشنی میں

اس کتاب میں ان احادیث کو ذکر کیا گیا ہے کہ جو یزید بن معاویہ کے خدوخال کو واضح کرتی ہیں اور ۶۰ ہجری میں شروع ہونیوالے ان کے دورِ حکومت کو بدترین دور قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس دور میں امارۃ الصبیان (لونڈوں کی حکومت) اور امارۃ السفہاء (بے وقوفوں کی حکومت) کا آغاز ہونیوالا تھا۔ ان کے دور میں لوگوں کو ہلاک اور ان کا قتل عام کیا گیا، جیسے کربلا میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور اہل بیت رسول کا قتل عام کیا گیا۔ مدینۃ الرسول ﷺ پر حملہ کر کے مدینہ کو تاخت وتاراج کیا گیا اور بقایا صحابہ کرام اور اجلّہ تابعین عظام کا قتل عام کیا گیا اور مکہ مکرمہ پر حملہ کر کے خانہ کعبہ کی بنیادوں کو کمزور کر دیا گیا۔ اسے آگ لگادی گئی اور اس کی حرمت کو پامال کیا گیا۔ چنانچہ ایسے حکمرانوں سے الگ ہونے کا حکم بھی دیا گیا او ان حکمرانوں کے ہاتھوں امت مسلمہ کی تباہی وبربادی کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ''سب سے پہلے میری سنت کو بنی امیہ کا ایک آدمی تبدیل کرے گا جسے یزید کہا جائیگا''۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا ابو ہریرہؓ ۶۰ ہجری سے پناہ مانگا کرتے تھے اور ان کے لب پر یہی دعا رہتی تھی کہ اے اللہ! مجھے ۶۰ ہجری تک زندہ نہ رکھنا۔ چنانچہ آپؓ ۶۰ ہجری سے ایک سال قبل ہی وفات پا گئے تھے۔

علاوہ ازیں آثار صحابہ کرام وتابعین عظام اور سلف صالحین سے بھی یزید کے کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ نیز علم جرح وتعدیل سے بھی یزید کی اصل شکل وصورت وکردار کو واضح کر دیا گیا ہے۔

یہ کتاب اس موضوع پر معلومات کا ایک خزانہ ہے۔ لہٰذا اس کتاب کا شروع سے آخر تک مطالعہ فرما کر یزید کی شخصیت کے متعلق صحیح ترین معلومات حاصل فرمائیں۔